

ایک کلاس میں

جنوری کا سرد ترین دن تھا نرم کافی دیر سے شارق کا انتظار کر رہی تھی کالج تقریباً خالی ہو چکا تھا اس سے پہلے شارق بھی اتنی دیر سے نہیں آیا تھا اس طوفانی موسم کے تور بڑے جارحانہ لگ رہے تھے کیونکہ آسمان پہ کالے سیاہ بادل قطار در قطار جمع ہو رہے تھے۔

نرم نے استین ہٹا کر نام دیکھا چھٹی ہوئے ایک گھنٹہ ہونے کو تھا اس نے دل میں کچھ سوچا اور ارادوں کو مضبوط کر لی گیت کر اس کر کے باہر آئی عین سامنے والی سڑک پر بس اور ویکن اسٹاپ تھا اور بے رحم بادل برسنے کو تیار کھڑے تھے اسے فیصلہ کرنا ہی تھا آج دوسری بار ایسا ہوا تھا کہ شارق بھائی اسے لینے



نہیں آئے تھے پہلی بار اس وقت جب وہ نئی نئی کالج آئی تھی اور بڑی پھوپھو کی ڈنٹھ ہو گئی تھی تو اس روز سب ادھر چلے گئے اسے لینے آنا کسی کو بھی یاد نہیں رہا تھا سو وہ فائزرہ رحمٰن کے ساتھ اس کی گاڑی میں گھر آئی تھی تو گیت پر وزنی تالا پڑا ہوا تھا اسے پڑوسیوں سے حالات کا علم ہوا اور آج دوسری بار ایسا ہوا تھا کہ کوئی اسے لینے نہیں آیا تھا۔

اس کے اندر انجان سے خدشے جاگنے لگے ایک دوسرے کندھے پر منتقل کرتے ہوئے اس نے تیز تیز قدموں سے اسٹاپ کی طرف چلنا شروع کر دیا اسی اثناء میں بارش کی موٹی موٹی بوندوں نے اس کا مزاج دریافت کرنا شروع کر دیا بس اسٹاپ تک وہ عمل بجک چکی تھی کتابوں کی اسے فکر نہیں تھی ہاں کمپنوں کی ضرورت بھی کہ اگر اس بجکے بجکے حلیمے میں گھر پہنچی تو جانے کیا ہو گا؟ اسے بھی زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ کبھی اس نے لوکل گاڑیوں پہ سفر نہیں کیا تھا کلاس

دن سے لے کر میڈیکل کے فاسٹل تک ڈیڈی اور بھائی اسے پک ایڈ ڈراپ کرتے رہے کیونکہ انہیں گھر کی خواتین کا یوں لوکل گاڑیوں میں دھکے کھانا پسند نہیں تھا ڈیڈی کا کہنا تھا کہ ان گاڑیوں کے ڈرائیور تعلیم سے بے بہرہ اور کم تعلیم یافتہ ہونے کے باعث عورتوں کی عزت سے آگاہ نہیں ہوتے ان ادبائش نظموں کا سامنا کرنے کی ہر گز ہمت نہیں ہوتی اور ان کی عورتوں میں اعتماد تھا ہی نہیں اگر تین منٹ کے فاصلے پر بھی جانا ہو تو گاڑی نکالی جاتی سو آج تک ان کے خاندان کی کسی عورت نے لوکل گاڑی پر سفر نہیں کیا تھا لڑکیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اعتماد و جرات سے محروم تھیں۔

آج نرم اس رسم کو توڑنے جا رہی تھی بدل میں تو وہ بھی ڈر رہی تھی مگر یہ موسم آج ہر ڈر دور کرنے پر اکسارہا تھا اسٹاپ پر اکاد کا بیس ہی رک رہی تھیں وہ بھی بھری بھری آٹاڑی پنے کے باعث وہ ان میں



تھی جو ہونہارا جھنجیر تھا۔ دوسرے روز پھوپھو خود چلی آئیں نرم کو غصہ آگیا اسے اپنی تعلیم اور مقصد سے از حد لگاؤ تھا اس کا ارادہ تھا کہ اگر پھوپھو نے زیادہ زور دیا تو وہ بھابھی کے ذریعے ڈیڈی تک اپنی بات پہنچائے گی۔

گرم گرم بر حرارت کمرے میں وہ سب ٹی وی ڈرامے سے لطف اندوز ہو رہے تھے نرم کی گود میں ڈرائی فرانس کی پلیٹ بھی نوئی سنی دونوں اس کے دائیں بائیں جمع تھے چلتوز نے کھالی وہ بست مکن بھی اور قدرے آسودہ بھی کہ میڈیکل کے فاسٹ ایگزامینر سے فراغت نصیب ہو چکی تھی اب اسے رزلٹ کے بعد ہاؤس جاب کے لیے گھروالوں کو منانا تھا مگر بھائی اسے جلد از جلد رخصت کرنے کی فکر میں تھے۔

”سنی ہاتھ روک کر“ اس نے چٹکوں سمیت چانوزے کھاتے سنی کو روکا عین اسی لمحے چار نقاب پوش دندنا تے اندر گھر آئے ان کے ہاتھوں میں تھامے ہٹل دیکھ کر سب کنگ تھے۔

”کون ہو بھی تم اور یوں گھر میں آنے کا مقصد“ شارق سے زیادہ مہربانہ ہو سکا۔

”مقصد بھی پتہ چل جائے گا۔ بھولے تم سارے گھر کی تلاشی لو اگر کوئی اور بندہ ہے تو اسے بھی ادھر لے آؤ۔“ ان میں سے ایک بولا تو بھولا نامی شخص فوراً ”دوسرا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا اب تین رہ گئے تھے ایک نے شرجیل اور شارق کو گور کیا ہوا تھا دوسرا بچوں بھابھی اور نرم کے سر پر گھڑا تھا تیسرا احمد ابرار اور نیکم احمد ابرار کے سامنے پستل اٹھائے ہوئے تھا سنی نوئی مارے خوف کے دھک گئے تھے نرم خود علیزا میں مٹھی جا رہی تھی چوتھا شخص بھی آگیا ایک پستول ہر دار تینوں عورتوں کو عور سے دیکھ رہا تھا بالا خراس کی نظر نرم پر تک گئی نقاب کے پیچھے سے اس کی جھانکتی

پر غضب آنکھیں دیکھ کر وہ دہلی سی گئی۔

”یہی ہے وہ۔“ وہ مڑ کر باقی تینوں سے مخاطب ہوا اس سے پہلے کہ وہ کوئی کارروائی کرتا شرجیل بول پڑا ”خبردار جو اسے ہاتھ لگایا۔“

”تو اسے سمجھاتے ناں یہ ہاتھ لگانے والے کام ہی نہ کرتی۔“ وہ طنزہ سفاکانہ انداز میں ہنسا۔ اس نے جانے باقیوں کو کیا اشارہ کیا کہ انہوں نے سیکنڈوں میں گلو رو فام میں بھٹکے رد مال لنگالے پہلے مردوں کو قابو کیا گیا پھر امی اور بھابھی کی باری مائی سنی نوئی مارے دہشت کے پہلے ہی بے ہوش ہو چکے تھے ہاں ایک نرم ہی تھی جس کے اعصاب شاید کافی مضبوط تھے۔

”اس کے لیے کیا حکم ہے۔“ وہ تینوں فارغ ہو کر بولے اور اس کی طرف اشارہ کیا۔

”اے بے ہوش مت کرنا۔“ ساتھ ہی آگے بڑھ کر چوتھے نے اس کا منہ دبایا اور اسے کندھے پر ڈال لیا ”چھوڑو مجھے۔ چھوڑو مجھے۔“ گاڑی تک پہنچتے پہنچتے اس نے آزادی کی بست کو ششیں کی جوں ہی اسے گاڑی میں ڈالا گیا نرم نے ناخنوں کا استعمال کرتے ہوئے پکڑنے والے کو نوج ڈالا ایک زوردار تھپڑ مارتے ہی اس کی ساری ہمداری رن پچکر ہو گئی۔

”مجھے زیادتی پر مجبور مت کرو۔“ اس کے دونوں ہاتھوں کو سختی سے جکڑتے ہوئے وہ شتی القلب آدمی بولا تو اس کی جاں خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپ کانپ گئی۔

یہ سخر ایک خوب صورت سے بچلے کے سامنے تمام ہوا مگر نرم کو ہوش کہاں تھا جو وہ جائزہ لیتی اسے بے رحمی سے نیچے اتار آگیا باقی تینوں جانے کہاں غائب ہو گئے تھے چوتھا نقاب پوش اسے کمرے میں لے آیا اور نقاب اتار دیا نرم کو یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس آدمی کی اس سے کیا دشمنی ہے اس نے تو اسے دیکھا ہی پہلی بار تھا شٹل و صورت اور لباس سے تو وہ کسی اعلیٰ گھرانے کا مالک لگ رہا تھا۔

”دیکھیں پلیز مجھے چھوڑ دیں۔“ وہ رو پڑی۔

”چھوڑ دیں گے اتنی جلدی کیا ہے صرف ایک رات کی بات ہے صرف ایک رات کی نہیں بھی ایک رات جیل میں رہا تھا آپ کو بھی ایک رات ادھر رکھوں گا۔

”کچھ نہ گنواتے ہوئے بھی لگے گا کہ جیسے سب کچھ

گنوا بیٹھی ہیں میں برا انصاف پسند ہوں اب مجھے روکنے کی میری راہ میں آنے کی کوشش مت کیجئے گا کیونکہ میں عام سا مرد نہیں بننا چاہتا“ اس کے لہجے میں جانے کیسی خوفناک حقیقت پوشیدہ تھی کہ وہ تن بدن میں چوڑیاں سی ریختی محسوس کرنے لگی۔

”صبح تک آرام کریں بائے بائے“ وہ باہر سے دروازہ لاک کر گیا تو نرم دروازہ کھینچی ہی رہ گئی۔

باکر احمد ابرار کے گیٹ کے سامنے ٹھہری سی پڑی دیکھ کر چونک گیا غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ تو نازک سی لڑکی تھی جو بے ہوش معلوم ہو رہی تھی اس کے بدحواسی سے شور مچانے پر تمام کالونی اکٹھی ہو گئی جس کو نہیں معلوم تھا اسے بھی خبر ہو گئی تھی عورتیں مرد آنکھوں میں ایک دوسرے سے سوال کر رہے تھے کہ یہ کب ہوا؟

اندر اس کے گھر میں موت کا سا سناٹا طاری تھا طوفان ابھی گزرا نہیں تھا ”بتاؤ تم نے کیا کیا تھا جو وہ تمہیں یوں لے گئے یقیناً“ وہ اچھے آدمی نہیں ہوں گے بتاؤ کیوں ہماری عزت نیلام کی۔“ شارق اور شرجیل نے اسے بھجھوڑ ڈالا ڈیڈی اسے مکر مکر دیکھتے رہے امی اور بھابھی کی نظروں میں کتنی بے یقینی تھی جیسوہ مجرم ہے۔

نرم احمد کا سارا حوصلہ جواب دے گیا وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ”میں بے گناہ ہوں میں نے کچھ نہیں کیا میں تو ان کینوں کو جانتی تیک نہیں۔“ وہ واقعی اپنی دانست میں ٹھیک کہہ رہی تھی مگر کس کس کو باور کراتی تھی تو مشکل تھی اسے نہیں معلوم تھے سورج نکلے اور غروب ہوئے کالونی سمیت تمام خاندان میں اس کے بارے میں خبریں گردش کر رہی تھیں بالا خرچہ سنی پھوپھو نے رشتہ توڑ دیا اسے کوئی شک نہیں اگان حالات میں یہی ہونا تھا وہ کیسے آنکھوں دیکھی کبھی نگل لیتیں ایک لڑکی جو رات بھر جرائم پیشہ لوگوں کے قبضے میں رہی ہو اسے کون ہونے بتانا اسی دوران اس کا رزلٹ آؤٹ ہوا۔ تو ڈیڈی نے

اسے بلایا۔

”میں چاہتا ہوں کہ تم ہاؤس جاب مکمل کر کے اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤ کیونکہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو چکا ہے اس کے بعد یہ توقع رکھنا کہ بھائی تمہیں بٹھا کر کھلائیں گے فضول ہے۔“ وہ جویہ سمجھ رہی تھی کہ ڈیڈی اس کی محبت میں ایسا کر رہے ہیں ان کے الفاظ سن کر بھبھی سی گئی وہ تو ایسا اس لیے چاہ رہے تھے کہ وہ ان پر بوجھ نہ بنی رہے اپنا کمائے نرم نے بست کو شش کی سماعتوں کو پتھر کر کے مگر ایسا نہ ہو سکا اس کی شہرت ہر جگہ پہنچی ہوئی تھی سا بھی ڈاکٹر ز نے مفت کا مال سمجھ کر اسے ہتھیانے کی کوشش کی مگر نرم نے کسی کو منہ نہ لگایا اس لیے ڈاکٹر زیدی نے ہاؤس جاب مکمل ہوتے ہی اس کی ڈیوٹی ایک دور دراز کے گاؤں میں لگادی جہاں کوئی مظہر ڈاکٹر بھانگنا بھی پسند نہیں کرتا تھا نرم نے سکھ کا سانس لیا اس طرح حکم از کم وہ گھروالوں کی طنزہ لگا ہوں سے بچی رہتی اس کی کو تیز وہیں شہوں میں اچھے اچھے ہسپتالز میں تھیں ایک اسے ہی سزا دی گئی تھی کیونکہ وہ ڈاکٹر زیدی کی کچھ داریاوتوں میں جو نہیں آتی تھی۔

ہسپتال تو ٹھیک ٹھاک تھا مگر عدم توجہ اور کندگی کے باعث کھنڈر لگتا تھا اس کی ہمد کے لیے ایک عدد کمپوڈر اور تین عدد نرسیں پہلے سے موجود تھیں جن کا تعلق اسی علاقے سے تھا نرم نے پہلے روز ٹھوم پھر کر سارے ہسپتال کا جائزہ لیا جو گرد جالوں اور کوڑے کرکٹ سے اٹا ہوا تھا سارا عملہ گھر بیٹھ کر تنخواہ کھا رہا تھا ڈاکٹر کی آمد کا سنتے ہی کیا وڈا اقبال نمرین صوفیہ اور ساجدہ بھائی بھائی آئیں ان کا خیال تھا کہ یہ ڈاکٹر بھی پہلی کی طرح ہوگی چند روز میں بھانگنے والی اس لیے سب مطمئن تھے۔

دوسرے روز ہی نرم نے جعدارنی کو صفائی پر لگایا بلکہ اپنی جیب سے پیسے دے کر دو اضافی صفائی کرنے والے بلائے اس کی درخواست پر ڈاکٹر زیدی نے مزائی کرتے ہوئے رنگ و روغن کا کام بھی کروا دیا ہفتہ

کسی طرح جا کے ہی نہیں دے رہی تھی وہ لوگ اندر سے خوفزدہ بھی تھیں کہ یہ بات چوہدری طارق کو ضرور بری لگے گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ ہاسپٹل ہی آجائے اس سے پہلے ہاسپٹل میں اپنے والے ہرنے ڈاکٹر کی حویلی میں دعوت کی جاتی تھی اور وہ اسے اپنی خوش قسمتی تصور کرتا تھا۔

♥ ♥ ♥ ♥

”بڑی اماں یہ نئی ڈاکٹر اتنی اوسھی اور بھاری کیوں پڑ رہی ہے آج جو بھی بارو سایا گیا ہے اگر آج بھی نہ آئی تو بہت برا ہو گا۔“ طارق شارٹ مکن صاف کرتے ہوئے بڑھاپا تو نسرین بیگم نے اسے ناراض نگاہوں سے گھورا۔

”میرے سب ملنے جلنے والے کہہ رہے ہیں کہ وہ تو بڑی کمال چیز ہے آتے ہی ہسپتال کو بدل دیا بہت سارے مریض اس کے پاس جانے لگے ہیں بڑی مصروف لگتی ہے اس لیے نہیں آ رہی ہے مگر آج ضرور آئے گی و سایا گاڑی لے کر گیا ہے میں نے اسے کہا کہ اگر تمیں گھنٹے بھی انتظار کرنا پڑے تو کرنا مگر اسے لے کر آتا تم جی برا مت کرو۔“ انہوں نے رمان سے بولتے کو سمجھایا جو بڑا اکھڑا اور خود سر ساقا تھا۔

”چلو دیکھ لیتے ہیں آپ کی ڈاکٹر کو بھی“ وہ طنزیہ بولا اور مگن اٹھائے نکل گیا۔

”نسرین، صوفیہ اور ساجدہ تینوں اپنے اپنے گھروں سے اتار ہو کر آگئی تھیں اور ان کی تیاری دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی ریشمی تیز رنگ کے کپڑے گہرا میک اپ بنی ہوئی بھنویں چہرے پہ ہلچل کریم کے بازو تانہ کوٹ اور بالوں کے عجیب سے اسٹائل ان کے برعکس نرم آسانی رنگ کے سادہ سے کپڑوں میں بلوس بنیر کسی میک اپ کے بھی اسے یوں دیکھ کر تینوں نے گویا سر پیٹ لیا۔

”آپ یوں جائیں گی۔“ ساجدہ حیران ہوئی۔

”ہاں کیوں میں یوں نہیں جاسکتی ویسے بھی یہ گاؤں کی ایک دعوت سے شادی کی نہیں جو میں اس قدر تیار ہو کر جاؤں شادی کی بھی ہو تو میں زیادہ فکر مند نہیں ہوتی کیونکہ سادگی مجھے پسند ہے۔“ وہ آسانی رنگ کا

پندرہ روز میں ہاسپٹل واقعی ہاسپٹل لگنے لگا گاؤں کے باسی حیران تھے کہ ایسا کون سا رنگ ڈاکٹر آیا ہے جس نے آتے ہی برسوں پرانا ماحول یکسر ختم کر دیا ڈاکٹر کی جگہ ایک نازک کامی گندی رنگت والی لڑکی کودیکھ کر ان کی حیرانگی بجاتی تھی کہاں ڈاکٹر نما جس کے چہرے پہ بیزاری چھائی رہتی تین دن اس نے مارے بندھے یہاں گزارے تھے پھر ڈاکٹر صاحبہ آئی اس نے چھ ماہ گزارے اور اب یہ نئی ڈاکٹر آئی تھی جو دیکھنے میں کس طرح بھی ڈاکٹر معلوم نہیں ہوتی تھی چہرے پہ پھیلی نرم مسکراہٹ اور سبک نقوش نے گاؤں کے بایسوں کا حوصلہ برعکس کیا۔

جیسے روز مریضوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی وہ اس کے اخلاق اور نرم دلی سے از حد متاثر ہوئے دو تین ہفتے گاؤں کی طرف سے ہی اس کا کھانا آتا رہا چند روز نرم چپ رہی پھر ایک روز بڑی سہولت سے روک دیا یہ غریب لوگ خود اپنا پیٹ کاٹ کر اس کے لیے مرغیں گھانوں کا انتظام کرتے ایسے گوارا نہیں تھا ہاسپٹل میں جہاں اس کی رہائش تھی وہاں مگن اور پکانے والی کی سہولت موجود تھی زینہ اسی گاؤں کی رہنے والی تھی اب وہی اس کے لیے کھانا بناتی صبح کا ناشتا البتہ وہ خود تیار کرتی۔

اس دوران حویلی سے اسے دو تین بلاوے آچکے تھے جسے مصروفیت کے باعث وہ صرف نظر کرتی تھی نسرین، صوفیہ اور ساجدہ نے کہا بھی کہ یہ سب بکھیرے بعد میں ہوتے رہیں گے پہلے حویلی چلیں ایسا نہ ہو کہ وہاں کے مکین ناراض ہو جائیں نرم نے انہیں کھری کھری سنائیں وہ چپ ہو گئیں مگر اندر ہی اندر یہ بات پھیل گئی کہ ”نئی ڈاکٹر بڑی مغرور ہے حویلی والوں کو خاطر میں ہی نہیں لاتی ہے جس روز چوہدری طارق سے سامنا ہوا ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔“ وہ خود تینوں حویلی جانے کے لیے بڑی بے قرار تھیں جہاں چوہدری طارق رہتا تھا کافی روز سے اس کا سامنا نہیں ہوا تھا اب حویلی سے دعوت کا بلاوا آیا تھا تو وہ کافی خوش ہوئیں مگر نرم نے ساری خوشیوں کو پانی کر دیا

دہشتہ اوڑھتے ہوئے بولی۔

دل ہی دل میں ساجدہ مل کھا کر رہ گئی ”ہو نہ ایسی بھی کیا سادگی کہ نرا منہ دھلا دھلایا ہو نہ کوئی لب اسٹک نہ مسکارانہ آئی شیڈ نہ بلش آن ہم تو باز آئے ایسی سادگی سے وہاں چوہدری طارق بھی تو ہو گا۔“ اس کا تصور کرتے ہی ساجدہ کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل چل گئی۔

اس شاندار سی حویلی میں سب سے پہلے ایک سہر عورت نے اس کا استقبال کیا جو بڑی اماں کے نام سے پکاری جاتی تھی پھر ان کی تین بہنیں آئیں جو کافی اخلاق سے ملیں حویلی کے مکینوں کے بارے میں جو روایتی ساقصو ان تینوں کی باتوں نے اس کے ذہن میں بٹھایا تھا وہ چوہدری اشفاق، رزاق اور نواز سے ملتے ہی مٹ گیا وہ کہیں سے بھی ظالم جا کر دار نہیں لگ رہے تھے ان کی اولاد بھی سلجھی ہوئی تکلیف یافتہ تھی۔

نرم سے مل کر وہ سب کافی خوش ہوئے کتنی مختلف اور بادقاری لڑکی تھی ڈاکٹر کے چہرے پہ جو ایک پکاپن ہوتا ہے وہ اس کے چہرے پہ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا تھا ایک عجیب سی ملاحت و نرمی اور گداز نے انہیں متاثر کیا بزرگ تو بزرگ نوجوان نسل بھی اس کے خیالات جان کر کافی متاثر لگ رہی تھی نسرین صوفیہ اور ساجدہ کو کسی نے زیادہ لفت نہیں کرائی بلکہ یاد نے شرارت سے طارق کو پیغام بھیجا کہ ”تمہارے خاص الخاص مہمان آئے ہیں۔“

”آگئی ہے وہ مغرور ڈاکٹر؟“ وہ تیز تیز بولتا اور ہری آ رہا تھا پھر جہاں اسے نرم کو دیکھ کر جھٹکا لگا وہاں نرم کے سر پر گویا ہفت آسمان ٹوٹ پڑے اس چہرے کو تو وہ لاکھوں میں بھی شناخت کر سکتی تھی یہ وہی تو تھا جس نے کہا تھا کہ کچھ نہ گنواتے ہوئے بھی سب کچھ گنوا بیٹھو گی اور واقعی اس کا کما حقہ نکلا اس کی عزت و وقار خودی کا سبب قصا پر نہ بن چکے تھے گھر والوں کی نگاہ میں وہ گر چکی تھی اپنی نگاہوں میں وہ مجرم ٹھہری تھی اور وہ کتنے مزے سے دندنا تا پھر رہا تھا پہلے سے بھی بڑھ کر بڑا اور دلیر اس سے بچ کر سکون کی پناہ میں وہ یہاں

ایک خطبے سے لڑکے کے کہانی

اسیہ قریشی کا ایک ایسا ناول جو خواتین ڈائجسٹ

میں قسط وار چھپا اور بے حد مقبول ہوا، آج بھی ہر لڑکی، ہر خاتون یہ ناول پڑھنا چاہتی ہے

اب کتابی صورت میں چھپ کر تیار ہے

مجلد، خوبصورت سرورق، قیمت 300 روپے

خواتین ڈائجسٹ

اردو بازار کراچی

ملنے کا پتہ

• مکتبہ عمران ڈائجسٹ اردو بازار کراچی

• لاہور اکیڈمی، 205 سرگودھا

• بیرون اردو بازار، لاہور

آئی تھی ہاسپٹل میں جان باری کی تھی اور وہ یہاں بھی پہنچ گیا اب کیا ہو گا کیا یہ شخص پھر سے تو وہ سلسلہ شروع نہیں کرے گا وہ بے جان سی ہو گئی چہرہ ایک دم زرد ہو گیا۔

”پلیز جیسے واپس بھجوادیں میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔“ اس کی گردن کندھوں پر ڈھلک گئی۔

”اماں جی جو طارق کو اس کے نامناسب لیے پروا نہ تھی کہ اس کی گردن ہمارے زخم کی حالت دیکھ کر بھول بھال گئی سجادہ نے اس کے ہاتھ سہلانے شروع کر دیے مگر اس کے گلو کوڑ پانے لگی طارق لکھتے یہ دیکھ اس کی بڑی حالت کا جائزہ لے رہا تھا وہ تو اپنے تئیں اسے بھول بھال چکا تھا ہاں کبھی کبھی حوالات میں گزاری رات یاد آتی تو وہ بھی ذہن کی اسکرین پہ چلی آتی۔

زیادہ پرانی بات نہیں تھی صرف ساڑھے تین سال پہلے ایک معمولی سی بات ہے اس کا جھگڑا اپنے باپ چودھری نواز سے ہوا تھا انہوں نے کہا تھا کہ ایک دن اپنا کما کر کھانا پھر مجھے آنکھیں دکھانا غصے اور جوانی کے جوش میں وہ گھر ہی چھوڑ آیا شہر آکر باپ کی باتیں ذہن میں گونجتیں تو اس کا چہرہ لہو رنگ ہو جاتا اپنی ڈگریاں لے کر وہ دفاتر میں در بدر پھرا مگر کہیں بھی نوکری نہ ملتی تھک کر اس نے بس ڈرائیور بننا ہی قبول کر لیا آج بس چلائے اسے تیسرا روز تھا اسٹیشن تک پہنچا وہ کسی اور جہان میں پہنچا ہوا تھا چودھریوں کا خون یوں بے مول ہو رہا تھا اس احساس نے اس کے اندر آگ سی بھردی پیچھے کھڑی لڑکی کا فقر اسے تپا لیا۔

یہ بس ڈرائیور ہوتے ہی گھنیا ہیں۔“ وہ کنڈیکٹر سے بس میں چلنے والے میوزک پہ جھگڑ رہی تھی وہ خاموش تماشا کی بنا ہوا تھا یہ کیسٹ بس میں چلنے والا میوزک خالصتاً ”کنڈیکٹر کی پسند تھا اس میں اس کا کوئی حصہ نہیں تھا اس کا دھیان اس طرف تھا ہی نہیں جو وہ توجہ دیتا لڑکی اتر گئی ٹرنک پولیس کا سیاہی اندر آیا پلک جھپکتے میں اسے اور کنڈیکٹر کو پکڑ لیا گیا انچارج صاحب کہیں گئے ہوئے تھے دونوں کو حوالات میں پہنچا دیا گیا بس بھی تھانے کے احاطے میں تھی

رات بھر طارق بھوکے شیر کی طرح بند لاک اپ میں ٹھک رہا چودھری نواز کا بیٹا جس کے سامنے لوگ ہاتھ باندھے حکم کے منتظر رہتے وہ یوں بے پار و مدگار ایک عام آدمی کی طرح یہاں تھا صبح انچارج آیا اتفاق سے وہ چودھریوں کا جاننے والا نکلا اس نے معذرتیں کہیں اور اسے چھوڑ دیا بس کی چابی اور دیگر کاغذات بھی اس کے حوالے کئے گئے۔

طارق کا کچھ سامان بس میں تھا وہ نکالتے نکالتے اس کی نگاہ ایک کالی فائل پر پڑی ”نریم احمد“ اس نے زرب لب پر بھا اس کے سوا یہ کسی کی نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ اس کی سیٹ کے پیچھے وہی کھڑی تھی پھر ہاتھ میں تھا مسفید اور آل اس کے خدشے سچ ثابت کرنے کے لیے کافی تھا کیونکہ یہ فائل ہمارے ہی تھی کہ وہ لڑکی میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہے پھر وہ سوار بھی میڈیکل کالج کے سامنے والی سڑک سے ہوئی تھی طارق نے اس کی ہلکی سی جھلک دیکھی تھی بس وہی کافی تھا سب سے پہلے وہ گاؤں پہنچا باپ سے معافی مانگی کیونکہ ان کے مشاہدات غلط نہیں تھے پھر اس نے نریم احمد کو سبق سکھانے کے لیے گھر سے اٹھوایا اور اسے اپنے بیٹکے بے گیا وہ اپنی توہین کا بدلہ اس سے لینا چاہتا تھا یہ احساس اس قدر حاوی تھا کہ نریم کا حسن بھی اسے متوجہ نہ کر سکا اور نہ وہ یقیناً ”کچھ اور بھی کر گزرتا پھر قدرت ہی ایسا نہیں چاہتی تھی وہ اس کا دروازہ لاک کر کے باہر آیا۔

صبح ہوتے ہی اس کے کارندے اسے ایڈوکیٹ احمد ابرار کے گیت پر پھینک آئے اس کا انتقام پورا ہو چکا تھا وہ شانت ہو گیا ایک معمولی سی لڑکی نے جو جرات دکھائی اس کا پھل بھی پایا اب وہ مطمئن تھا ہاں کبھی کبھی ایک روٹی ہاتھ جوڑتی لڑکی قصور میں آتی تو وہ جھٹک دیتا آج اسے یہاں دیکھ کر وہ بھی ڈاکٹر کے روپ میں وہ کالی حیران ہوا جو کچھ طارق نے اس کے ساتھ کیا تھا اس کے بعد اس کا ڈاکٹر بننا حیرت انگیز امر ہی تھا کالی باہمت لڑکی بھی اس کرائسٹن سے نکل جو آئی تھی۔

”پلیز جیسے گھر بھجوادیں۔“ اس کی طبیعت سنبھل

چکی تھی سامنے جیسے طارق سے اس نے نگاہ نہیں مانی۔

”بیٹا ابھی کیسے جا سکتی ہو کھانے کے بعد اجازت ملے گی۔“ نسرین بیگم محبت سے بولیں تو باتوں نے بھی تائید کی سجادہ صوفیہ اور نسرین بیگم طارق سے باتیں کر رہی تھیں کھانے سے بھی انہوں نے انصاف کیا اس نے تو بس رسم ہی پوری کی اور جانے کی اجازت طلب کی نسرین نے طارق کی شخصیت کا پہلا تاثر منانے کے لیے یہ کیا کہ اسے کہا کہ ان چاروں کو چھوڑ آئے جہاں وہ تئیں خوش ہوئیں۔ نریم بدک گئی۔

”نہیں نہیں میں خود چلی جاؤں گی۔“ مگر اس کے انکار کو اہمیت نہیں دی کی طارق گاڑی نکالنے لگا تھا وہ سب انہیں بڑے گیٹ تک چھوڑنے آئے نہ جانے نریم میں کیسی کشش تھی جس نے سب کو اسیر کر لیا تھا ڈرتے ڈرتے وہ بیٹھ ہی گئی سجادہ اگلی سیٹ پہ طارق کے ساتھ بیٹھی تھی نسرین اور صوفیہ کا غصے میں آنا لازمی تھا وہ دونوں سرکوشیوں میں دل کے پیچھو لے چھوڑ رہی تھیں نریم اندر ہی اندر ڈر رہی تھی اس نے پہلے صوفیہ اور سجادہ کو اتارا آخر میں نریم کا نمبر تھا۔

”پلیز جیسے پہلے اتاریے گا۔“ اس نے گاڑی موڑتے طارق سے سرد سے لہجے میں کہا اندھیرے میں اس کے تاثرات دیکھنے کی اس نے ناکام کوشش کی۔ پھر اس نے پہلے نریم کو ہی اتارا جب وہ اترتی تو طارق نسرین کو بیٹھنے کی ہدایت کر کے اس کے پیچھے آیا۔

”پلیز جو ہوا سے بھول جائیے گا۔“ طارق اور یہ لہجہ۔ وہ خود کالی حیران ہوا نریم تالا کھول کر اس کی بات نہ چنداں دھیان دیتے بغیر اندر غائب ہو گئی اسے اتھین گھمیں آ رہا تھا کہ یہ جملہ طارق کی زبان سے نکلا ہے اسی شقی القاب سفاک آدمی کی زبان سے جو اسے بدنامیوں کے اندھے غار میں پھینک کر مطمئن تھا۔

”نہمک ہوا جو بھی ہوا مگر اب تمہیں نریم احمد اپنے ساتھ یہ سلوک ہرگز نہیں کرنے دے گی۔“ وہ اب اس وقت کی کیفیت سے نکل آئی تھی جو طارق کے اچانک سامنے آنے کے باعث پیدا ہوئی تھی ڈاکٹر زیدی کے رویے کے بعد اس نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ اسے اب

ڈر ڈر کے نہیں جینا ہے اگر ایسا کرے گی تو سب اسے حقیر کیڑے کوڑے کی طرح کچلتے گزر جائیں گے ”جو ہوا دیکھا جائے گا خدا میرے ساتھ ہے۔“ اوپر والے کے سپرد سارا معاملہ چھوڑ کر وہ مطمئن سی ہو کر سو گئی۔

ہاسپٹل کے برآمدے میں شور سا ہو رہا تھا نریم معاملہ جاننے کو باہر نکلی طارق کو یاد اور خاور اس کے ہتھارازہ ذرا نہیں بائیں سے تھامتے ہوئے اندر لا رہے تھے اس کے چہرے پہ جھنجھلاہٹ سی تھی جیسے اسے یہ سب پسند نہیں آ رہا ہو اس کے بازو پہ کپڑا بھی بندھا ہوا تھا۔ ”ڈاکٹر نریم طارق اسپورٹس بائیک سے کر کر بازو کی ہڈی زخمی کر بیٹھا ہے گوشت کو بھی نقصان پہنچا ہے۔“ یاد نے جلدی جلدی بتایا طارق کے تاثرات سے ہرگز نہیں لگ رہا تھا کہ وہ تکلیف میں ہے۔

نریم نے جلدی جلدی پٹی نما کپڑا اتار کے بازو کا جائزہ لیا یہ کیس اس کے بس سے باہر کا تھا کیونکہ یہاں اتنی سہولیات ہی نہیں تھیں اس نے کہا۔

”انہیں آپ شہر لے جائیں تاخیر مت کریں ان کی حالت بگڑ سکتی ہے۔“ اس نے اپنی سی کوشش کر کے اس کی تکلیف کم کرنی چاہی تھی جب ہی تو شہر پہنچنے تک وہ آرام سے رہا۔

صوفیہ اور سجادہ طارق کے بارے میں ہی گفتگو کر رہی تھیں ”بڑا جی دار ہے چھوٹا چودھری“ تکلیف کا ذرا بھی اظہار نہیں کیا یاد سے جب انہیں ہنڈلی میں گولی لگی تھی اور انہوں نے ڈاکٹر زیدی سے کہا تھا کہ مجھے بے ہوش کے لیے بغیر آپریشن کریں۔“

”ہاں یاد ہے بالکل مرد ہو تو چھوٹے چودھری جیسا۔“ صوفیہ بولی نریم پاس ہی تھی اب وہ چاروں فارغ تھیں کسی مریض کے بھی آنے کا امکان نہیں تھا اس لیے کہیں باقی چارویں نہیں وہ نہ چاہتے ہوئے بھی دوپہی لینے پہ مجبور تھی تاکہ طارق کی شخصیت کے بارے میں جان سکے اور اپنے آپ کو بچا سکے آج جب اس کے کزن اسے لائے تھے تو اس کا جی چاہا تھا کہ اس ہاسپٹل کے سارے دروازے بند کر دے مگر اس کی مسیحا صفت طبیعت جیت گئی تھی دشمنوں کے ساتھ بھی ایسا کرنے کی اجازت نہیں تھی پھر وہ تو ڈاکٹر تھی

انسانیت کی خیر خواہ اس نے تمام خیالات کو جھٹک کر طارق کو دکھا دیا اسی اس کی ہڈی کو کافی نقصان پہنچا تھا ذرا سی بھی بے احتیاطی اس کے بازو کو ناکارہ کر سکتی تھی یہی اس نے انہیں طارق کو شہر لے جانے کے لیے کہا تھا اس کا ضمیر مطمئن تھا کہ اس نے اپنے پیشے سے غداری نہیں کی فرض جیت گیا تھا جذبات ہار گئے تھے۔

اس نے ان تینوں نرسوں کی بات سے اندازہ لگایا تھا کہ چھوٹا چوہدری کردار کا عیاش اور دل پھینک شخص تھا اس نے مختلف اوقات میں ان تینوں کی زبان سے یہی سنا تھا کہ چھوٹا چوہدری اسے چاہتا ہے تینوں خوش قسمی کا شکار تھیں کافی دیر سے طارق کی مدد سرائی سن سن کر وہ بور ہو رہی تھی اٹھ کر کمرے میں چلی آئی۔

”یہ تو بڑی سڑی ہوئی ہے پہلو والی ڈاکٹر تو بڑی اچھی تھیں صرف چوہدری کی وجہ سے ٹکی ہوئی تھیں بکلی بھی کیوں ناں ایسا رعب و اب نہ شان خورہ مردانگی انہوں نے شہر میں کہاں دیکھی ہوگی ایسے تو سارے ہند کی لڑکیاں چوہدری پر نہیں مرنی ہیں شہر تو صاف محنتی ہے کہ اگر میرا یہ طارق سے نہ ہوا تو خود کشی کر لوں گی پاگل ہے بالکل بھلا اس کی شادی طارق سے کیسے ہو سکتی ہے میں کس لیے ہوں مجھے یقین ہے میرے علاوہ وہ کسی سے شادی نہیں کریں گے۔“

صوفیہ ناز سے بولی تو ساجدہ کو جلال آگیا۔
”اے اس گمان میں نہ رہنا چوہدری کا دل کہیں اور ہے۔“ اتنے میں نرس بھی آگئی اور بچ بچاؤ کر آیا وہ خود خوش فہمی کا شکار تھی۔

پھر طارق ڈسچارج ہو کر گھر آیا ہسپتال کا تمام عملہ اسے حویلی دیکھنے گیا سوائے نرس کے دس پندرہ روز گزرے بڑی چوہدری نے بلاوا بھیجا اسے جانا ہی بڑا وہ بندھی بندھی سی بیٹھی ہوئی تھی آگے کھانے کے ڈھیروں اشیاء پڑی ہوئی تھیں اس نے چکھا تک نہیں۔

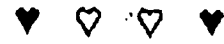
بڑی اماں نے طارق کو آواز دی۔
”ڈاکٹر گھر آئی بیٹھی ہے بازو کا چیک اپ ہی

کر والو۔“ انہوں نے باقاعدہ مردان خانے سے اس کو بلایا جہاں اس کے شہری دوست اس کی مزاج پر سی کرنے آئے ہوئے تھے۔

”بڑی اماں کیا بات ہے آپ مجھے چین سے کیوں نہیں رہنے دیتیں۔“ وہ کافی غصے میں تھا نرم کو بھی دیکھ چکا تھا۔

”بیٹا تم ڈاکٹر کے پاس جانے کا نام نہیں لیتے اس نے ہر ہفتے آنے کا کہا خود تین بار گھر آیا مگر تم ارنے بھینچے بنے رہے اب میری مانو تو نرم دھمی کو بازو دکھاؤ ڈاکٹر ہے ماکہ پتہ تو چلے کچھ بہتری ہوئی کہ نہیں۔“ وہ لجاجت سے بولیں۔

”بڑی اماں پلیز آپ مجھے یوں ہر کسی کے سامنے بیمار شومت کریں میں ٹھیک ہوں اگر اتنی ہی فکر ہے تو پلاسٹران سے کھلو اس کا اب خوش“ وہ چھپاک سے دروازہ کھول کر اندر غائب ہو گیا نرم کو کافی غصہ آیا اپنی توہین سی محسوس ہوئی مگر اس کی نظر اندازی اس بات کا ثبوت بھی کہ وہ اپنی بے عزتی بھول چکا ہے۔



”ڈاکٹر نرم چوہدری طارق آئے ہیں۔“ نرسین بھاگتی ہوئی آئی تھی جس کے باعث اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔

”کسی صوبے کے گورنر یا وزیر اعظم صاحب تو نہیں آئے ہیں جو تم یوں بدحواس ہو رہی ہو۔“ نرم نے اسے ٹھٹھک ٹھاک ڈانٹا اندر آتا طارق اس کا جملہ سن چکا تھا نرسین کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا طارق نے بے نیازی کا استہسار ہی نرم کو دیکھا اور کرسی تھکیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

”میں پلاسٹران کھلانے آیا ہوں کیا اس کی سہولت آپ کے ہسپتال میں ہے یا نہیں۔“ وہ طنزیہ بولا تاکہ کردار ہوا تھا مگر وہ جھیل گئی۔

”جی ہاں بالکل۔“ وہ پیشہ دارانہ انداز میں بولی اور اٹھ کھڑی ہوئی ”دھرم دھرمیہ وہ دوسری طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی تو بالکل خواستہ اس کی ہدایت پر عمل کرنا ہی پڑا اس کے نازک ہاتھ طارق کے بازو پہ مصروف عمل ہو چکے تھے۔

”اب آپ نے چند روز تک اس ہاتھ سے کام نہیں کرنا ہے نہ کوئی وزن اٹھانا ہے ابھی ہڈی ٹھیک طرح سے بیٹھی نہیں ہے آپ ہی کو نقصان ہو گا۔“ وہ فارغ ہو کر سامان جگہ پر رکھتے ہوئے اسے ہدایات دے رہی تھی۔

وہ رات کا کھانا کھا کر فارغ ہونے کے بعد ابھی ابھی بستر میں کھسی تھی جب زینہ نے بتایا کہ باہر چوہدری صاحب دوسایا کے ساتھ آئے ہیں اس کا دل ہرگز بستر سے نکلنے کو نہیں چاہ رہا تھا چونکہ یہ پتہ نہیں تھا کہ کون سے چوہدری آئے ہیں اس لیے وہ شال لیتی نکلی آئی نہ جانے کیا ہو گیا تھا جو رات کو آفت آپڑی تھی اسے سخت خیزد آ رہی تھی اس لیے کوفت ہو رہی تھی طارق کو دیکھ کر جھٹلا ہٹ میں اور بھی اضافہ ہوا مگر اس کے چہرے پہ شدید تکلیف کے آثار تھے اس کا پایاں بازو دیکھتے ہی وہ جان گئی کہ موصوف نے ضرور اس ہاتھ سے کچھ وزن اٹھایا ہے۔

”بتائیے کیا ہوا ہے۔“ اب کوشش کے باوجود اس کا لہجہ رسمی سا بھی نرم نہیں تھا۔

”اصل میں میں نے دن کو کچھ ایکس سائز کی تو اس ہاتھ سے دھٹ بھی اٹھایا تب سے تکلیف بڑھتی جا رہی ہے۔“ طارق نے اس کا لہجہ نظر انداز کر دیا نہ جانے کیوں؟

”تکلیف آپ کو دن سے ہو رہی ہے اور تشریف آپ رات کو لاتے ہیں کیا ضرورت بھی آنے کی۔“ وہ اتنے ڈانٹنے لگی وہ دانتوں پہ دانت جمائے خاموش رہا مگر نہ دل چاہ رہا تھا کہ اس نازک مگر سخت سی لڑکی کو ٹھپڑ مار کر خاموش کرادے جو مسلسل اس کی شخصیت کے پرچے اڑا رہی تھی۔ نرم نے دراز میں سے ٹیوب نکالی اور پہلے بیٹھ کر اس کی سر دی کافی زیادہ بھی گیس کچھ ماہ پہلے ہی چودھریوں کی مہولی سے اس گاؤں کے باسیوں کو میسر آئی تھی۔ وہ کرسی تھکیٹ کر کھڑی ہو گئی۔

”بازو سامنے لائیے۔“ وہ بے تاثر لہجے میں بولی پھر اس نے بڑی نرمی سے اس درد کش مڑم سے طارق کے بازو کی ماسش شروع کی اسے آرام آنے لگا۔ طارق

نے بڑی بے خونی سے پل بھر میں اس کا جائزہ لے ڈالا لہجہ کی رنڈ بلک وائیٹ شرٹ اور کالی شلوار میں ملبوس ڈھکی ڈھالی چوٹی میں شالوں پہ گرم شال ڈالے ماتھے پہ جھولتی براؤں لیٹ سمیت وہ اپنے حسن سے تقریباً ”تقریباً“ بے نیاز تھی سر جھکائے جھکائے اسے طارق کی گرم نگاہوں کی تپش کا بخوبی احساس ہو رہا تھا یہی تو اس کے ہاتھ بار بار کانپ رہے تھے اس نے بے شمار مومریضوں کو اینڈ کیا تھا ایسی بے چارگی پہلے تو کبھی پیش نہیں آئی تھی شاید طارق کی شخصیت کا خوف اس کے ذہن میں ابھی تک موجود تھا۔ طارق کی بے چین نگاہیں اس کی گردن کلائیوں سے ہوتی اس کے موی سفید ہاتھوں پہ شہر گئیں جو اس کے مضبوط بازو پہ بہت کمزور لگ رہے تھے ان کا کانپنا رکنا ٹھہرنا اسے براد لکش لگ رہا تھا وہ خوب صورت خیاں کی رو میں بنے لگا پھر کسی انجان خیال سے چونکا اور اچانک اپنا ہاتھ نرم کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

”بس کریں آئی ایم آل رائیٹ۔“ نرم کا ہاتھ ایک بار پھر اس کے ہاتھ کے نیچے کاٹا اور اس کی رٹلت میں زردی سی آگئی طارق نے فوراً ”اپنا ہاتھ ہٹالیا۔“

”آپ کو پرسکون نیند سے اٹھائے جانے پر معذرت چاہتا ہوں“ اس کی آنکھیں ابھی تک نیند کے خار سے گلابی لگ رہی تھیں۔

”اب میں آپ کو آخری بار وارن کر رہی ہوں کہ اس ہاتھ سے دھٹ مت اٹھائیے گا نہ ایکس سائز کیجئے گا ورنہ بازوؤں کے پٹھوں سمیت ہڈی پر زور پڑے گا۔“ وہ طارق کو واپسی کے لیے برتوتے دیکھ کر بولی تو اس نے اثبات میں سر ہلایا اور پلٹ کر بولا۔

”آئی ایم سوری نرم میں نے آپ کو کافی ہرٹ کیا آپ ہو سکے تو اس واقعے کو بھول جائیے گا۔“ اس بار اس کے لہجے میں رسمی سی ندامت نہیں تھی بلکہ واقعی حقیقی معنوں میں وہ شرمندہ لگ رہا تھا وہ اکتھار کرنے پہ تیار نہیں تھی چوکیدار کو گیسٹ بند کرنے کی ہدایت دے کر وہ دوبارہ کمرے میں آگئی۔

”چودھری صاحب خالبا“ تب کا یہ نیا ایکٹ ہے مگر میں راؤ میں آنے والی نہیں ہوں۔“ وہ لحاف منہ پہ

ذاتی سوچوں میں ڈوب ڈوب گئی۔

طابق کے بازو کے ٹھیک ہونے کی خوشی میں تقریباً تمام خاندان والوں کو مدعو کیا گیا تھا اس موقع پر نسرن بیگم اور طارق کی والدہ رقیہ زہیم کو بھی مدعو کرنا نہیں بھولی تھیں وہ جانتا تو نہیں چاہ رہی تھی مگر بڑی چودھرائیں جب خود آئیں تو اسے جانتا ہی پر طارق کے تمام کزنز جمع تھے زہیم اکثر کو پہلی بار دیکھ رہی تھی سب اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے کچھ کی شادیاں ہو چکی تھیں کچھ کنوارے تھے ان کی ہنسی شرارتیں اور مسکراہٹیں بتا رہی تھیں کہ وہ سب آپس میں محبت کی دُور سے منسلک ہیں زہیم انکوری رنگ کے سوئی سوٹ میں لمبوس اپنے ساتھ حلیے کے بازو بڑی دلکش لگ رہی تھی۔

طارق اسی پہ نگاہ رکھے ہوئے تھا اپنے بدلتے حالات کے ہاتھوں اس نے دل میں خود کو بڑا ذلیل کیا تھا مگر آج کوئی اس کے اندر سے بار بار کہہ رہا تھا کہ سب کچھ کہہ ڈالنے کہ زہیم احمد نے اس کا سکون لوٹ لیا ہے وہ اس کی نیندیں چرانے کی مجرم ہے اور یہ کہ وہ سب کچھ ہار چکا ہے یہ ہارنے کا احساس ہی بڑا دل کش تھا اس نے اس کھڑی زہیم کو بڑی چاہت سے دیکھا اور ادھر ادھر دیکھا اس کے قریب ٹھہر گیا۔

”زہیم مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے صرف چند منٹ لوں گا میرے ساتھ چلیں گی۔“ اسے شاک سے لگا۔

”کیا کہہ رہے ہیں آپ۔“ اس کی خوفزدہ آواز حلق سے برآمد ہوئی۔

”یہی کہ میرے کمرے میں چلیں بہت ضروری بات کرنی ہے۔“

”ہرگز نہیں میں آپ کے کمرے میں نہیں جاؤں گی۔“ وہ پریشان نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

”زہیم پلیز میرا یقین کریں کہ میں کوئی ایسی سی بات نہیں کروں گا میرا اعتبار کریں۔“ وہ کجاہت سے بولا۔

”نہیں، نہیں۔“ وہ تیزی سے چلتی ایک طرف

نکل گئی تو وہ ہاتھ نہ مٹا مار کر رہ گیا۔ وہ ہال میں آگئی جہاں موسیقی کی محفل بھی ہوئی تھی وہ طارق کی پھوپھو زاد سارہ کے پاس بیٹھ گئی اس نے اپنے نیا نیا کاریرا نے نئے گارہا تھا۔

ذرا اسی سوچو پچھڑے کے ملنا محبت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے ملے ہو مگر اجنبی بن رہے ہو قیامت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

یہ کس جرم کی تم سزا دے رہے ہو خدا کے لیے ہم کو اتنا ہٹا دو

عداوت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے طارق بھی اٹھیا تھا اس کا چھپنا بے کار گیا تھا سارہ اور اس کے سامنے بیٹھ گیا سب ہی انجوائے کر رہے تھے ایک دوسری بھی جو خوفزدہ تھی۔

”زہیم آپ کو میری بات سننی پڑے گی۔“ وہ سارہ کے دو سری طرف متوجہ ہونے پہ بولا تو وہ پاس آتی بڑی چوہدرائیں کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

”پلیز مجھے گھر بھجوا دیں رات بہت ہو گئی ہے۔“ ”وہی ایک بات تو بتاؤ تم مجھے بڑی چوہدرائیں یا پھر نام لیے بغیر ملانی ہو میرے دل کو اس سے بڑی تکلیف ہوئی ہے سب کی طرح مجھے بڑی اماں کہا کرو مجھے خوش ہوگی اور ٹھہرو میں دسایا سے کہتی ہوں تمہیں چھوڑ آئے۔“

”شکریہ بڑی اماں۔“ وہ ان کے ہاتھ تھام کے مشکرانہ انداز میں بولی تو وہ نہال ہو گئیں پھر ہانچ منٹ بعد سارہ آکر بولی۔

”جائیں گاڑی تیار کھڑی ہے۔“ اس نے ادھر ادھر دیکھا وہ کہیں نہیں تھا شکر کا سانس لیتی سب کو الوداعی سلام دے کر وہ زہیم اندھیرے میں کھڑی گاڑی میں بیٹھ گئی پھلو دسایا جلدی کرو ”وہ ایزی ہو کر بولی مگر چند منٹ بعد احساس ہوا کہ دسایا پرفیوم تو استعمال نہیں کرتا اتنی قیمتی خوشبو استعمال کرنے کا وہ متحمل بھی نہیں ہو سکتا تھا پھر یہ کون تھا طارق ہاں یقیناً سو فیصد طارق وہی یہ پرفیوم استعمال کرتا ہے۔“

”پلیز گاڑی روکیں۔“

”کیوں آپ نے آگے آنا ہے میرے ساتھ یقیناً“ میری قسمت اتنی اچھی نہیں ہے ویسے آگے بیلے پہ میں گاڑی آپ کے نہ کہنے کے باوجود بھی روکنا گھر میں میں نے بڑی کوشش کی کہ آپ میری بات سن لیں مگر نہیں آپ تو پلو ہی نہیں پکڑوا رہی ہیں اس لیے یہ کرنا پڑا بیٹے میری منزل آگئی آئی میں یہاں آپ سے بات کروں گا اس طرف رات کو انسان آتے ہوئے ڈرتے ہیں صرف جنگلی جانور ہوتے ہیں اس لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔“ وہ یہ سب کچھ کیوں کہہ رہا تھا یقیناً ”اس کے ارادے نیک نہیں تھے اس سنسان بیلے پہ رکن کیا مٹی رکھتا تھا۔“

”اگر آپ نے مجھے ہاتھ لگایا تو اچھا نہیں ہو گا میں شور مچا کر سب کو اکٹھا کر لوں گی اور اس چہرے سے نقاب اتار پھینکوں گی۔“ گاڑی رک چکی تھی زہیم نے بجلی کی سی تیزی سے دروازہ کھول کر دوڑ لگائی اور اندھیرے میں کمرے درختوں سے ٹھوکر کھا کر گری مگر بہت سنبھلتی دوبارہ کھڑی ہو گئی مگر اب سامنے طارق کا چہرہ تھا۔

”ٹھیک ہے زہیم احمد میں ہمیشہ اس بے اعتباری کو یاد رکھوں گا اور یہ بتاؤں کہ میرے چہرے پہ نقاب کبیں ہے میں جو کچھ ہوں سب کے سامنے ہوں ہاں یہ جتنی سرکشی میری طبیعت کا خاصہ ہے۔“

”اور ہٹ دھرمی بھی۔“ وہ مزید بولی اور ایک قدم

پیش ہوئی۔ ”آئیے بیٹھیں میں آپ کو چھوڑ آؤں اگر گاڑی میں نہیں جانا چاہیں تو آپ کی مرضی۔“ وہ بے تاثر لہجے میں بولا پھر وہ اسے اتارتے ہی گاڑی کو تیزی سے موڑتے ہوئے غائب ہو گیا۔

زہیم کو شدید بخار نے آلیا سارے گاؤں میں خبر پھیل گئی کہ ڈاکٹری بیمار ہو گئی ہے وہ تین روز سے لاچار بستر میں پڑی ہوئی تھی سارا ہاسپٹل نرسوں اور کپوڈر کے بل بوتے پہ چل رہا تھا اس روز چوہدرائیں طارق کے ساتھ زہیم کو خود دیکھنے چلی آئیں وہ برآمدے میں کھڑی نرسوں کی کلاس لے رہی تھیں جنہوں نے زہیم کی طبیعت کا بتایا تک نہیں طارق اندر چلا آیا

جہاں وہ بستر پہ بڑھال سے انداز میں لیٹی ہوئی تھی اسے دیکھ کر اٹھنے کی ناکام سی کوشش کی طارق نے دونوں ہاتھوں سے دباؤ ڈالنے ہوئے اسے لٹا دیا۔

”دیکھا میری بات نہ سننے کا نتیجہ بیمار پڑ گئیں ناں اگر میری درخواست سن لیتیں تو کیا جاتا آپ کا جب سے آپ کی بیماری کا سنا ہے بہت پریشان ہوں کیوں اتنا کام کرتی ہیں اپنی ساری تنہا جگہ دے دیں“ وہ اس پہ جھجکے جھجکے بولا تو زہیم پوری جان سے لرز گئی اگر کوئی دیکھ لیتا تو۔

”یہاں اس کی شہرت ایک نیک نام لڑکی کی تھی اور یہ شخص اس وقت اس کے سجد قریب سے اپنی جاندار آنکھوں کے ظلم میں قید کرتا ہوا کیوں اسے بدنام کرنے پہ تلا ہوا تھا۔“

”پلیز ہٹ جائیے یہاں سے۔“ وہ کمزور آواز میں چلائی اور ساتھ اپنے ہاتھوں سے غما ”دور کرنے کی کوشش کی۔“

”بہت جاؤں گا مگر پلیز رویے نہیں بلکہ اپنے آنسو مجھو دے دیں۔“

”کس ناتنے سے۔“

”وہ ناتا جو عنقریب میں آپ سے جوڑنے والا ہوں۔“

”کون سا۔“

”زندگی بھر کا۔“

”ایسا نہیں ہو سکتا۔“

”کیوں نہیں ہو سکتا میں آپ سے محبت کرنے لگا ہوں صاف گہری اور مضبوط۔“

”مگر مجھے آپ سے محبت نہیں ہے۔“

”نہ ہو مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا ہے۔“

”مجھے تو پڑتا ہے جس شخص نے میری راہوں میں بدنامیوں کے کانٹے ہی کانٹے لگا دیئے ہیں میں اس سے نفرت بلکہ شدید نفرت ہی کر سکتی ہوں۔“

”میں ان کانٹوں کو اپنی ٹانگوں سے چنوں گا راجحبت اور نفرت تو وہ ذاتی فعل ہیں آپ مجھ سے نفرت کریں میں آپ سے محبت کروں گا گہری دیوانوں والی“ وہ بے خودی میں دوبارہ اس پہ جھک آیا تو زہیم نے تیزی سے

کرو شہیدی۔
 "پلیز تشریف لے جائیں یہاں سے۔" وہ شانوں
 پہ دھڑکتی آنکھ کر بیٹھ گئی مگر نرسین بیگم کے اندر
 آتے ہی اس نے سکون کی سانس لی وہ اپنے ساتھ
 ڈھیروں پھل، دسی حلوہ جات، مرغی کا بھنا گوشت اور
 تختی لائی تھیں وہ بری طرح شرمندہ ہوئی انہوں نے
 بڑی محبت سے اسے اپنے ہاتھوں سے سیب کاٹ کر
 کھلایا انار کے دانے نکال کر دیئے۔
 "تو کیسے سنگدل ہیں تمہارے ماں باپ کوئی تین ماہ
 سے پیٹ ہی نہیں کرتے آیا اور تم بھی نہیں کھیں ایسی
 بے جبری اچھی نہیں ہوتی۔" نرم نے شکوہ کنائی
 نگاہوں سے طارق کی طرف دیکھا تو وہ نظریں چرا گیا۔

♥ ♥ ♥ ♥
 "مصوفیہ آپ یہاں کیا کر رہی ہیں بیڈ نمبر چار۔
 آپ کی ڈیوٹی ہے۔" نئے آنے والے مریض لڑکے گھر
 سے اس کو کہیں ہاسکتے دیکھ کر نرم کا پارہ ہائی ہو گیا تو وہ
 برے برے منہ بنا کر چلی گئی ان تینوں کا وہی بو طیر تھا ذرا
 کسی اچھی بر سنائی اور اچھی حیثیت والے مریض کو
 دیکھ کر بے تکلف ہو جاتی تھیں کافی عرصے سے نرم
 برداشت کر رہی تھی ان کی اوچھی حرکتوں کے باعث
 ہاسپٹل کی ریپویشن خراب ہونے کا خدشہ تھا ایک
 نئی ڈاکٹر اور چار نرسیں اور ہاسپٹل میں آئی تھیں
 جنہیں اپنے پیشہ ورانہ فرائض سے لگاؤ تھا اس روشن
 سے ان کا متاثر ہونا فطری تھا سو انہیں روکنا لازمی تھا۔
 "تمہارا آپ کی کیسی طبیعت ہے۔" وہ سر ہانے
 پڑی اس کی ناکل اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"کافی اسپرود منٹ فیل کر رہا ہوں یہ سب آپ کی
 مسیحا کا اعجاز ہے۔" وہ بولا تو وہ سر جھٹک کر اس کے
 سینے کی بینڈج بدلنے لگی درود سے اس کا دھیان ہٹانے
 کو وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی عین اس وقت
 طارق ڈیوٹی روم میں کھڑا اس کا پوچھ رہا تھا۔ "آج کل
 بڑے چکر لگاتے لگے ہیں۔" ساجدہ نے ہنسی کے
 پروے میں طنز کیا۔
 "ہاں اب مستقل طور پر ادھر ہی ایک کمرالینا
 پڑے گا تاکہ روز روز کے چکروں سے بچا جا سکے ویسے

نرم کہاں ہیں۔" اس نے بات ہنسی میں اڑائی۔
 "وہ ادھر زخمیوں کے وارڈ میں ہیں دوسرے گاؤں
 کے نمبردار کا بیٹا قمر بھی وہاں ہے اس سے ہنس ہنس
 کے باتیں ہو رہی ہیں۔" نرسین نے لگے ہاتھوں
 حساب برابر کیا اور شگ کا تیر اس کے اندر ترانو کر
 گئی۔
 ۱۔ وہ بڑے غور سے نرم کے پیچھے کھڑا اس کے
 مصروف عمل ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا ایک اجنبی کے جسم
 کا درد اس کے ہاتھ بھلا کیوں سمیٹ رہے تھے رقابت
 کی تیر لہر اس کے تن میں کو جلا کر رکھ کر گئی وہ اور ایک
 غیر مود کے اتنے قریب جھک کر بینڈج کا سرا کاٹی نرم
 اسے اپنی دوسری سے دوسرے محسوس ہوئی۔

"اؤکے قمر صاحب اب آرام کریں اس ڈوڈ میں
 سلیپنگ پلڑ بھی ہیں فوراً پرسکون خند آئے کی تو درد کا
 احساس بھی نہیں ہو گا۔" وہ اسے تسلی دیتے ہوئے
 مسو رہی تھی طارق انہی قدموں پلٹ گیا۔
 کافی دیر بعد جب دوسرے مریضوں کو دیکھ کر آئی تو
 طارق اسٹاف روم میں کہیں لگا رہا تھا نئی آنے والی ڈاکٹر
 عفراس کی وجہات مردانہ شخصیت سے بڑی متاثر
 لگ رہی تھی۔
 "دیکھو خیریت کیسے آتا ہوا۔" وہ کافی روز بعد اسے
 دیکھ رہی تھی۔

"کیا خیریت کے بغیر نہیں آیا جا سکتا ویسے میں
 پونہی لئے آیا تھا۔" وہ ایک گہری نگاہ ساجدہ مصوفیہ
 نرسین اور عفراس کو ڈال کر بولا۔
 "تو آپ باتیں کیسے میں آرام کرنے جا رہی
 ہوں۔" اسے نظر انداز کرتی وہ چلی گئی تو طارق اس کی
 بے نیازی پر ناؤ کھا کر رہ گیا۔

♥ ♥ ♥ ♥
 "میرا بھی سوئی صدیقی خیال تھا کہ تم ڈاکٹر نرم کو
 پسند کرتے ہو ویسے اس میں برائی بھی نہیں ہے یہ
 آئے روز جو تم ٹوٹے پھوٹے رہتے ہو بچت ہو جائے
 گی۔" خاور اس کے دل کے بات جان کر بہت مسرور
 ہوا اس کا راز خود بخود ہیوں تک پہنچ گیا بڑی اماں کے
 تو پاؤں ہی زمین پر نہیں نک رہے تھے نرم اول روز

سے ہی ان کے دل کو بھائی تھی۔ طارق نے اس وقت
 تک یہ بات نرم کے کانوں تک پہنچنے سے روک دی
 جب تک ادھر سے مثبتہ خواب ملتا۔
 ہا اکل غیر متوقع طور پر احمد ابرار اور بیگم ابرار اتنے
 اپنے بروڈل کو پا کر بہت خوش ہوئے انہوں نے اتنے
 اپنے کمرانے سے اس کے رشتے کا تصور تک نہیں کیا
 تھا اعلیٰ تعلیم یافتہ اسٹارٹ خوبو طارق انہیں اپنی ماں کی
 گئی دماغ انہوں نے جھٹ منٹوری دے دی اس کے
 ماہر انہیں کیا چاہیے تھا شائق گاؤں جا کر بہن کو لے
 آیا احمد ابرار کا ارادہ جن بھائی کی شادی ساتھ کرنے کا
 تھا شائق کا رشتہ وہ طے کر چکے تھے اب کی بار سب کا
 رویہ بدلا ہوا تھا لہجے میں برائی نئی کا شائبہ تک تھا یہ
 مقدمہ بھی مکمل کیا اس کا رشتہ جو طے ہو چکا تھا بوجہ سر
 سے اترنے والا تھا اس کے ہاتھوں کا زخم بھر نے والا تھا
 کیا وہ اتنی ہی ارزاں تھی بے مول بے پایا کم قیمت۔

ماہوں کی رسم کے بعد اس کا اور شائق بھائی کا ایک
 ساتھ نکاح تھا جو نئی ذرا عورتوں کی بھیڑ کم ہوئی نرم
 اندر آ کر لیٹ گئی زرد دوشیہ اتار کر رکھ دیا پھولوں کے
 گہرے لونچ دئے اس کے پاس سے مہندی اٹھن
 پہلیوم اور تیل کی کئی جلی خوشبو آ رہی تھی ایسی درگت
 کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا پیلے کپڑوں میں اسے
 اپنا چہرہ بھی پیلا پیلا لگا۔ نکاح تارے پر سائن کرتے
 ہوئے اسے بہت رونا آیا۔ جانے طارق اس کی راہ
 کے کاتے پتائیا پھر اساتذہ ہی کرتا رقص نے ماتھا چوم کر
 کئی ہرے ہرے نوٹ اس کی پتیلی پہ رکھے مڑھال
 ہی نرم پہ انہیں بری طرح ترس اور ہیار آیا جو سسک
 رہی تھی۔

اس کے سامنے نرم ہی تھی جواب نرم طارق بن
 کر اسے خروناز کا احساس بخش گئی تھی گولڈن دیمون
 کا دار شرارے میں ملبوس وہ اسے ساری دنیا سے
 الوداعی اور مختلف لگی جیت کا نشہ اس کے انگ انگ
 میں سرستی بھر رہا تھا جو نئی طارق کپڑے بدل کر
 درمینگ روم سے باہر آیا وہ چہرہ کھٹ سے اتر کر درپتے
 کے قریب کھڑی ہو گئی۔
 "جائیں ایک ایک فرد کو جا کر بتائیں کہ نرم احمد

بے گناہ ہے اور رات کے بعد وہ بالکل اسی حالت میں
 آئی تھی جس طرح گئی تھی جا میں میرے ڈیڈی امی
 بھابھی اور بھائیوں کو جا کر بتائیں کہ نرم پاکیزہ اور ان
 چھوٹی ہے۔" وہ اس کے گریباں پکڑتے ہی بے قابو ہو
 گئی "جائیں ناں ایک ایک کو پکڑ کر بتائیں کہ نرم
 معصوم ہے بے گناہ ہے اس نے کچھ نہیں کیا تھا۔" وہ
 بہت ہسیر نکل ہو رہی تھی اگر اس کی آواز کمرے سے
 باہر چلی جاتی تو اچھا خاصا مسئلہ بن جاتا۔

"پلیز کم چپ ہو جاؤ۔" اس نے بے انتہا نرم لہجے
 میں کہا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈھیلی رہی تھیں
 پلوں کے قطرے بے ایمان کرنے لگے۔

"پلیز فی الحال یہاں سے چلے جائیے ورنہ جانے
 میں کیا کر بیٹھوں۔" وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ گئی "میں
 اس وقت کہاں جاؤں سارا گھر مسلمان حضرات و
 خواتین سے بھرا ہوا ہے۔" وہ کہاں تک برداشت کرتا
 لہجے میں سختی آئی تھی۔

"میں ہی چلی جاتی ہوں" وہ فیصلہ کن قدم
 دروازے کی سمت اٹھانے لگی طارق نے اس کا آہٹل
 کنارے سے تھام لیا۔

"کیا تماشا بنانا ضروری ہے۔" اس کی گرفت
 دوسرے مضبوط ہو گئی۔

"تمہارا تو آپ نے بنوا دیا ہے ہر شخص مجھے معنی خیز
 انداز میں دیکھ کر دوسرے کے کان میں سرگوشی کرنا
 سے کہ یہی ہے وہ لڑکی جو ایک رات اغوا کے بعد واپس
 آئی۔" ماضی کی ایک بات آج یاد آ رہی تھی دل
 چاہ رہا تھا ساری کھولن آج ہی باہر نکال دے۔ طارق
 نے اس کا مکہ مکہ آہٹل چھوڑ دیا اور جوتے اتارنے کی
 زحمت کے بغیر لیٹ گیا یہ تو طے تھا کہ وہ ہتھیار پھینکنے
 والی نہیں تھی۔

دعوتوں دیمو سے فراغت کے بعد وہ دوبارہ ہاسپٹل
 جانے لگی جہاں اس کی شادی نے نرسوں پہ روک سا
 طاری کر دیا تھا نرسین ساجدہ مصوفیہ اور عفراس نے بچھے
 بچھے دل سے اسے مبارکباد پیش کی ہاں گھروالے بہت
 خوش تھے کیونکہ طارق کی اکثر خود سر طبیعت سے
 انہیں خوف آتا تھا انہیں یقین تھا کہ نرم جیسی بیماری



اور دھیسے مزاج کی لڑکی بہت جلد اسے سنبھال لے گی
مزار سے بھی اس کی بے جا سختی کی آج کل بہت
شکایت کرنے لگے تھے بات بات پہ آؤٹ ہوتا اس کی
طبیعت کا خاصہ بن چکا تھا ان کے یہ خیالات کہ شادی
کے بعد چودہری صاحب بدل جائیں گے بالکل غلط
ثابت ہوئے تھے وہ تو پہلے سے بھی سخت ہو گیا تھا۔

♥ ♥ ♥ ♥

دستک بڑے نڈر دار انداز میں ہوئی تھی نیند میں
جاتی نہم کے حواس پوری طرح جاگ گئے اس کے
انٹنے تک دستک جاری رہی اس نے دروازہ کھولا تو
طارق اندر گھس آیا اسے ہٹا کر دروازہ بند کیا۔
"میں بھی تیار جاؤں شاید ادھر آئیں انہوں نے مجھے
بٹ میں سوتے دیکھ لیا ہے اگر وہ آکر پوچھیں تو کہنا کہ
نہیں انہیں دھوکا ہوا ہے اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور
کہتا ہر دروازے پہ پھر دستک ہوئی وہ چکی کی تیزی سے
نہم کے بستر میں گھس گیا باہر واقعی تیار جان تھے۔
"طارق کہاں ہے؟" ان کا انداز کھوجوں والا تھا۔
"وہ تو کب کے سو رہے ہیں آکر دیکھ لیں۔" وہ
سامنے سے ہٹ گئی تاکہ وہ اپنا شکوہ دور کر سکیں۔
"نہیں نہیں ٹھیک ہے اب آرام کرو۔" وہ پلٹ
گئے گہری سانس لیتے اس نے دروازہ بند کر دیا اور چند
منٹ یو سی اس کی پشت سے ٹیک لگائے کھڑی رہی
اس روز کے بعد سے طارق نے الگ سوتا شروع کر دیا
تھا وسیع و عریض باغ کے ایک قطعے پر اس نے اپنی ذالی
دچپی کی بنا پر ایک بٹ بنوایا ہوا تھا جو سہولیات سے
مزدور تھارنگ رنگ کے پھول اور پودے اس کی خوب
صورتی میں اور بھی اضافہ کرتے یہ کوئی جاوولی سا بٹ
لگتا تھا پھولوں اور بیلوں سے ڈھکا طارق کی پسندیدہ
جگہ وہ آج کل ادھر ہی سوتا تھا اس کی شامت آتے
آتے وہ گئی بھی تیار کسی کام سے ادھر آئے تھے بتی
جاتی دیکھ کر وہ اندر آگئے بستر میں سویا وجود انہیں سو
فیصد طارق لگا تھا بھی تو وہ معاملہ جاننے کو اپنے قدموں
لوٹے تھے طارق نے وہ سر راستہ اختیار کیا اور ان سے
پہلے کمرے میں پہنچ گیا۔

چند منٹ وہ یو سی لینا رہا اور پھر اٹھ کر ٹیک لگا کر

پہنچ گیا جیسوں کو ٹٹل کر لائٹر اور سگریٹ نکالا وہ
سگریٹ اس نے منٹوں میں ختم کر ڈالے نہم کو بڑی
الجمہن ہوئی وہ پاس پڑے صوفے پر ٹیک گئی اصل
میں جب پریشان ہوتا ہوں تو اسکو ٹنگ زیادہ کر دیتا
ہوں عام حالات میں نارمل چیتا ہوں۔"

"اور نارمل اسکو ٹنگ کیا ہوتی ہے۔" وہ طنز بولی۔
"میں کوئی چار پانچ پیکٹ۔" وہ مزے سے بولا تو وہ
کانوں کو ہاتھ لگا کر رہ گئی۔

"چھوڑو میں رات بسر کرنے کا ارادہ ہے تو بسو چشم
میں تو سوتے لگا ہوں۔" وہ سگریٹ سلے ہوئے واقعی
لیٹ گیا نہم کو امتحان نے آلیا بھلا اس کی سوجھ بوجھ میں
اس کے سامنے وہ کیسے سو سکتی تھی۔

♥ ♥ ♥ ♥

طارق بار بار ایک ہی گانا رپو اسنڈ کر کے سنے جا رہا
تھا اللہ جانے شکوہ تھا یا کچھ اور۔

تم دور تھے تو کیا ہوا
تم مل گئے تو کیا ہوا
ویرانیاں کم نہ ہوئیں
تھا تھا میں تھا رہا

سارہ شوخی سے کہانی تو ثنائے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ
مارا "دراچ بیج بتانا یہ گانا کتنی بار رپو اسنڈ کیا گیا ہے"
"ایک دو تین بلکہ ساتویں بار اس نے حساب لگا کر
بتایا۔"

"نہم ذرا جا کر پوچھو تو اتنے زبردستی گانے سننے کا
مطلب کہیں لڑائی و لڑائی تو نہیں ہو گئی ہے جاؤ
شباباش۔" عمارہ نے اسے باہر دھکیلا "کیوں یہ شخص
مجھے استہزاء رہا ہے۔"

اس نے پاؤں مار کر دروازہ کھولا ڈیک کی برشور آواز
اس کے کانوں سے لگرائی طارق سینے کے بل الٹا لینا
ٹیکے میں منہ چھپائے کچھ زیادہ ہی مگن تھا اس نے ٹین
آف کیا تو خاموشی چھا گئی وہ سیدھا ہوا نہم اسے ہی
دیکھ رہی تھی۔

"آخر آپ بار بار یہ گانا سنوا کر یہ ثابت کرنا چاہتے
ہیں کہ آپ پر غلم ہوا ہے۔" وہ لڑا کا حسینہ لگ رہی

تھی۔
"پلیز ٹین ہنٹ کر کے دروازہ بند کر جائیں۔" وہ
دوبارہ اساتذہ پوزیشن میں چلا گیا جیسے اسے سوئی صد
ایٹین ہو کہ وہ اس کی بات ماننے کی۔
"آپ یہ گانا نہیں سنیں گے۔" وہ کیسٹ نکالنے
کلی تو طارق اٹھ آیا۔

"میں یہی گانا سنوں گا اور ہاں مجھے یہ رعب قطعی
پسند نہیں ہے ابھی ہم اس مقام تک نہیں پہنچے ہیں کہ
زور و زبردستی کریں" وہ اسے کچھ جتا گیا تو نہم نے اسی
میں ممانیت جانی کی ہار نکل ہی جائے۔

"اتنی دیر لگا دی کون سے مذاکرات ہو رہے تھے۔"
عمارہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی "اے نہیں
یار کون سے مذاکرات ہونے تھے" وہی گانا زور و شور
ست بٹنے لگا تھا اس نے قصداً "دھیان بنالیا تمہاری تیوں
اسے کہاں پہنچوڑنے والی تھیں۔"

دوسرے روز صفائی کرتے ہوئے وہ خواہ مخواہ اس کا
میوزک کلیکشن چیک کرنے لگی طارق کی پسند
مختلف سی تھی کلاسیکل نیم کلاسیکل اور پاپ سے لے
کر راک تک اس کے پاس ہر طرح کا میوزک
کلیکشن تھا۔ سب کی شاعری بڑی
رومینٹک اور سافٹ تھی انگلش نمبرز میں تو یہ
نقص و صیت اور بھی نمایاں تھی آخری دراز میں صرف
ایک کیسٹ پڑی تھی وہ بھی بڑے برے حال میں چکی
ہوئی بلبہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی اس نے جتنس کے ہاتھوں
بجورہ کر اٹھالی کور غائب تھا اس سے پہلے کہ وہ مزید
جاؤ لیتی ایک مردانہ ہاتھ نے وہ کیسٹ چھین لی یہ
طارق تھا۔

"یوں میری چیزوں کا جائزہ لینے کا مقصد۔" اس کی
آنکھوں میں غصہ سرخی بن کر چھا گیا تھا۔

"میں تو صفائی کر رہی تھی ایسے ہی بس دیکھ رہی
تھی کہ آپ کا ذوق کیسا ہے۔" اس نے صفائی دی۔

"میرے ذوق کو چھوڑیں ویسے آپ کا ذوق بڑا سخت
ہے آپ کو تو عامر سلیم کا گانا "تیرے عشق نے مالا مال
کیا۔" بھی برا بیسوں لگتا ہو گا مگر مجھے پسند ہے اس لیے
کہ یہ گانا عشق حقیقی کی طرف اشارہ کرتا ہے میں

رومینٹک گانے شوق سے سنتا ہوں آپ کو نا پسند
ہوں گے یقیناً۔" اس کا جائزہ و مشاہدہ بالکل درست
تھا۔

"ویسے پتہ ہے یہ وہی کیسٹ ہے جو آپ نے بس
میں سنی تھی تھانے سے باہر آتے ہی میں نے اسے
اپنے قبضے میں لے لیا تھا ارادے تو بہت کچھ تھے مگر خیر
چھوڑیں بسوں میں جو گانے سنتے ہیں وہ اسپیشلی تیار
کیے جاتے ہیں بازوق دیا کیڑہ لوگ انہیں کہاں پسند کر
سکتے ہیں۔" اس نے چکی گئی کیسٹ کو مزید توڑ پھوڑ کر
کھلی کھڑکی سے باہر اچھال دیا۔

"کاش میری پسند و نا پسند اتنی کڑی نہ ہوتی اسی کے
نتیجے میں تو میں یہاں ہوں لوگ تو جذبات کو برا کرنے
والے گانے بھی بہن بھائیوں کے ساتھ بیٹہ کر آرام
سے سن لیتے ہیں پھر ہم چاروں بہن بھائی اتنے سخت
اور مضبوط کیوں نکلے ہماری پسند دنیا سے انوکھی کیوں
تھی۔ ہم سیدھے راستے پر ہی چل رہے تھے ناں پھر میرا
ساتھ ایسا کیوں ہوا؟"

کاش میں اس روز بس میں سوار نہ ہوتی اگر ہو ہی
گئی تھی تو ساتویں پتھر کی کرسی یا پھر ٹرنک پولیس کو جا
کر نہ بتاتی بھلا یہ بولڈ نہیں میرے کس کام آتی بسوں
دیکھو سوزو کیوں میں آج بھی اس ٹائپ کے پھر گانے
سنتے ہیں فرق تو صرف مجھے پڑا ہے۔" صفائی کرتے اس
کے ہاتھ بے جان پڑ گئے طارق باہر جا چکا تھا۔

♥ ♥ ♥ ♥

نہم کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آ رہا تھا ای اور
بھابھی اس سے ملنے آئی تھیں باورچی خانے میں ان
کی آمد یہ رنگ برنگے کھانے پکانے کے آرڈر جاری
ہو چکے تھے دوسرے کھانا کھا کر وہ لوگ چلے گئے امی نے
جیکے سے کہا کہ اگر ہو سکے تو ہمارے گزشتہ روئے
بھول جانا بھلا وہ کیسے گزشتہ روئے بھول جاتی اتنا
آسان تو نہیں تھا یہ رات کو جب وہ جیسی کڑھ رہی تھی
تو طارق چلا آیا۔

"میں آج ادھر ہی سوؤں گا گھر والوں کو شک ہو گیا
ہے کہ میں کہیں اور انوالو ہوں اس لیے یو کی کو لٹ
ہی نہیں کراتا" وہ ایک ایک لفظ دانت جھٹکا کر ادا کر

رہا تھا وہ بیڈ پر قدرے برے ہو گئی تو اس کی یہ حرکت طارق کو اور بھی تنگ کر گئی وہ اسے پورے استحقاق سے نکتے لگا رہا تھا چمن ہو کر انگلیاں موڑنے لگی اور ہونٹ چبانے لگی طارق نے آگے ہو کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کیوں ان ہاتھوں اور ہونٹوں کی نرمی مجروح کرتی ہو جسے ابھی تک میں نے محسوس نہیں کی ہے سچ کہہ رہا ہوں ناں۔" نرم نے وحشت زدہ نگاہوں سے اسے دیکھا جس میں ایک التجاسی تھی۔

"میں نے تمہارے ساتھ نکاح کیا ہے کوئی ایسے ہی بھگ کر نہیں لایا ہوں۔" آج اس کا انداز بدلا ہوا تھا۔

"تو پھر چاہئے میرے گھر والوں کو بتا دیجئے آپ نے مجھے کس جرم کی پاداش میں اغوا کیا تھا تاکہ وہ بھی آپ کے چہرے سے واقف ہو سکیں۔" وہ اکثر اس کے جذبات کو یوں ہی مجروح کر دیا کرتی تھی۔

"کب میری انا ہارنے کی اور میں جیتوں گا۔" وہ افسوس سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

سارہ کی شادی کی ڈیٹ فکسن ہو گئی تھی مگر میں مہمانوں کی آمد و رفت شروع ہو چکی تھی کیٹ روز کی صفائی کرانا نرم کی ذمہ داری تھا اور وہ اپنی ذمہ داری کو تندی سے نبھا رہی تھی ابو ظہبی سے بڑے چوہدری کے خاص الخاص مہمان آئے ہوئے تھے

لڑکیاں بالیاں ڈھولک پہ گانے گا رہی تھیں بڑی اماں نے بطور خاص نرم کو چاہئے بنانے کے لیے کہا کیونکہ وہ چاہئے بہت اچھی بنائی تھی سب اس کے معترف تھے چائے کے بعد وہ عمار مختلف سالنوں کے لیے پاز

نسن گانے لگیں طارق نے بھی اپنی خدمات پیش کیں وہ صبح سے نرم کو مصروف دیکھ رہا تھا تسکی تسکی سی نرم کو دیکھ کر وہ بے اختیار یہ آفر کر بیٹھا تھا کہ اس گھر کے کی روایت شروع سے یہی چلی آ رہی تھی کہ

باورچی خانہ عورتیں خود سنبھالتی تھیں نوکرائیوں سے یہ کام کروانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا عمار شوہر کے بلاوے پر باہر چلی گئی نرم اکیلی ڈھیروں گوشت کی بوئیاں بنانے کے تصور سے ہی دھل گئی چھری ہاتھ میں لیے وہ کم نرم کھڑی تھی طارق نے وہ لمبا چھرا اس کے

ہاتھ سے لے لیا۔

"میں کٹواتا ہوں اگرچہ ایسے کام پہلے تو نہیں کیے ہیں مگر اب کر لوں گا۔" اس نے آناڑی پن سے گوشت کا ایک پس کانٹے ہوئے کہا "مجھے تو اس چہرے کو دیکھتے ہوئے خوف آ رہا ہے۔" نرم نے جھرجھری لی۔

طارق نہ جانے کس تصور میں تھا کہ گوشت کے بجائے چھرا ہاتھ پہ چلا دیا اس کی شہادت کی انگلی تک چہرے کا تیر دھار چمکا کنارہ اتر گیا جب تازہ لہو کی سرخ سرخ بوندیں نیچے ایک تواتر سے گرنے لگیں تو نرم ہنسی۔

"وہ مائی گاڈ آپ کا ہاتھ بہت زیادہ کٹ گیا ہے کم از کم چھ ٹائٹ تو لگیں گے ہی فوراً" میرے ساتھ چلیں سو گھر میں وہ ایسے حادثوں کے لیے تیار رہتی تھی سو ضروری سامان بھی موجود تھا مگر ٹائٹوں کے لیے اسے ہاسپٹل لے جانا ضروری تھا نرم کو گاڑی ڈرائیو کرنی نہیں آتی تھی وہ سلیا کو مختصراً بتا کر وہ طارق کو ساتھ لے آئی اپنے لیے اسے یوں پریشان دیکھ کر طارق کو تکلیف کا احساس جاتا رہا۔

جب وہ واپس ہوئے تو سارے گھر میں اس واقعے کی بابت گفتگو ہو رہی تھی "طارق تمہارا دھیان کہاں تھا۔" رقیہ خٹلی سے بولیں تو وہ ہنس پڑا۔

"آپ کی بہو میں" جواب برجستہ تھا سب کی موجودگی کے باعث وہ جھینپ گئی۔

سانہ کی شادی کی تمام رسموں کو اس نے بڑا انجوائے کیا برسوں بعد کھل کر ہنسی شرارتیں کیں ابھی ابھی اس نے ڈھیروں امین و مندی لڑکے لڑکیوں پر پھینکی تھی جوانی کا ردِ والی سے بچنے کے لیے وہ اپنے گھرے کی طرف بھاگی جہاں طارق ابھی ابھی تیار ہو کر پرفیوم اسپرے کر رہا تھا۔

"پلیز مجھے چھپا لیں۔" وہ اس کے اور ڈرنک نیل کے درمیان آگئی ریڈ چوڑی دارپا سجاے سیٹ والی پہلی قمیص اور سرخ ڈپٹے میں ملبوس وہ لمبے بالوں کو برائے میں جکڑے سینے ڈالے کھڑی اس کی مدد کی جتنی بھی طارق کا دل بے ایمان ہو گیا کچھ بھر میں

اس کے بازو نرم کے گرد حائل ہو گئے۔

"ایلیں چھپا لیا کوئی اور حکم۔" وہ شرارت سے بولا تو وہ روئے کو ہو گئی باہر سے دوڑنے قدموں کی چاپ اس طرف آ رہی تھی طارق کو سمجھنا پڑا وہ تو پورا جلوس تھا نرم سے بدلہ لینے کا منصوبہ بنا تا ہوا۔

"پلیز کچھ کر سناں وہ ابھی سب میرے کپڑے خراب کر دیں گے۔" وہ بدحواس ہو رہی تھی جونہی یاد اور اندر آ طارق بولا۔

"تم نرم کو ذرا میرے پاس بھیجو" وہ اپنے قدموں پر ہانپنے کو بھاگا کہ نرم اوپر نہیں ہے وہ پردے کے پیچھے سے اکل آئی تھی۔

"نہ ہنکس گا ڈیجٹ ہو گئی ورنہ خیر نہیں تھی۔" وہ شکر کر رہی تھی۔

"آپ میں شرارت کے جراثیم بھی پائے جاتے ہیں بالکل نی چیز ہے میرے لیے۔" وہ بولا۔

"ہاں ابھی میں بہت شرارتی تھی سب کہتے تھے کہ لکنا ہی نہیں ہے تم میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہو انہیں تو وہلی وہلی کتابوں سے ہی فرصت نہیں ملتی کجا کہ شرارتوں کے لیے ٹائم نکالیں پھر بہت برا وقت آیا میرے اوپر سب ہنسی و شرارت کہیں کھو گئی۔" وہ اب بالکل بدلی بدلی لگ رہی تھی طارق کو افسوس سا ہوا

اسی سکرانی خوش باش لڑکی کے روپ میں وہ کتنی اچھی لگ رہی تھی۔

"میری ہنسی میری مسکراہٹ واپس لا دیں۔" وہ آج پھر سسٹریکل ہو رہی تھی۔

"تم غلام دیو ہو جس نے میری ساری خوشیاں ملیا دیں کر دیں میں تم سے ہمیشہ نفرت کرتی رہوں گی ہمیشہ تمام عمر تک۔" وہ اس کے گریبان کو پکڑے جھٹکتی دیتی اپنے آپ میں نہیں لگ رہی تھی طارق کو یوں لگا کہ ہمیشہ غلام رہے گا۔

♥ ♥ ♥ ♥

ڈاکٹر زیدی سے کافی عرصے تقریباً سال بھر بعد اس کا سامنا ہو رہا تھا وہ بو سی اس ضدی لڑکی کا جائزہ لینے آیا تھا جس نے اس کی تمام آفرز کو حقارت سے ٹھکرا دیا تھا نرم کی شادی کی اطلاع اس کے لیے سپرائزنگ

ہی تھی طارق بھی اتفاق سے اوپر ہی تھا اقبل نے بتایا کہ یہی اس کا شوہر ہے زیدی طارق کے تمام خاندان سے آگاہ تھا ٹھکرائے جانے کی ذلت طارق کو دیکھ کر اور بھی دوچند ہو گئی تھی اس جیسا چند سم و مضبوط پارٹنر اسے کیوں ملا تھا؟ یہ طال اسے مارے دے رہا تھا۔ جب نرم نئی نئی مقامی ہاسپٹل میں ہاؤس جاب کے لیے آئی تو اس کے ان چھوٹے حسن نے وارڈ ہوائے سے لے کر حداد اور حداد سے لے کر ڈاکٹر تک کو متاثر کیا یہاں ہاؤس جاب کے لیے آنے والی اکثر نئی لڑکیاں زیدی کی چالوں میں الجھ گئی تھیں نرموں کی تو اہمیت ہی نہیں تھی اس بڑے ہاسپٹل کی بلند دیواروں کے پیچھے جو گھناؤنا کھیل کھیلا جا رہا تھا اس نے نرم کو کر زار دیا تھا اس کے پاس محض انا اور عزت نفس تھی ڈاکٹر شانہ نے اسے جتے جتے بتایا تھا۔

"اگر ڈاکٹر زیدی کو خوش کر دو تو وہ ہاؤس جاب کے بعد تمہیں باہر کے کسی ملک میں بھیجو ادیں گے مجھے دیکھو تین ماہ سونٹور لینڈ میں گزارے ہیں نیا گھر اور گاڑی بھی خرید لی ہے ڈاکٹر فرح بھی دو بی بیوں ہاتھوں سے ریاں سمیٹ رہی ہے میری ماں تو تم بھی یہ ضد چھوڑ دو ایمان سے ہزاروں ڈالر صرف تمہاری تنخواہ ہو گی۔"

شانہ کے وجود سے اسے گھن آنے لگی۔

"پلیز چپ ہو جاؤ۔" وہ کانوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر چلائی۔

"ہمارے ہاسپٹل کی تو زمیں بھی میٹ کر رہی ہے۔" وہ باز نہیں آئی اسے رام کرنے کی تمام کوششیں بیکار گئیں اس کی ہٹ دھرمی کے نتیجے میں ڈاکٹر زیدی نے اسے گاؤں کے ہاسپٹل میں بھیجا تھا سب نے اسے خوفناک نتائج کی دھمکیاں دیں جواباً اس نے کہا۔

"میں ایک ٹائی گرامی وکیل کی بیٹی ہوں میرے ساتھ کچھ کرنے سے پہلے سو بار سوچنا پڑے گا۔" ڈاکٹر زیدی بھی احمد ابراہیم کی مضبوط پوزیشن کے باعث خاموش تھا ورنہ وہ کہاں پھٹنے والا تھا متوسط طبقے کی لڑکیاں جن کے ماں باپ ادھار لے کر اور ٹائم

”جب گاؤں میں میں نے تمہیں دیکھا تو دل میں
پسند یہی لگی کہ لبر بھانپتے ہوئے بے پناہ خوش ہوا کہ میری
پسند ایک مضبوط کردار کی لڑکی ہے اتنے مضبوط کردار
کی لڑکی کہ جو فضول قسم کے کانے بھی سننا گناہ سمجھتی
ہے محض اتنی سی بات پہ وہ لڑکی ایک مرد کے انتقامی
جذبوں کا شکار ہو گئی جب میں نے تمہیں دوبارہ دیکھا تو
تم پہلے سے پرہیزگار مضبوط لگیں، تمہیں اپنانے کا
خیال روز بروز میرے دل میں جڑ پکڑ آ گیا میرا حقیقی
معنوں میں اپنے اس کھٹیا فعل پہ شرمندہ ہوا کہ میں
اپنے اپنے لیے تمہیں اپنے لیے لبر بھانپتا تھا کہ تم

”وہ بڑی ہی رازدار ہے۔ طابق کے کچے اور نگاہوں میں بڑی نفرت تھی جس نے نرم کو لرزادیا۔“ وہ جھوٹ بولتا ہے اس لیے کہ میں نے اسے منہ لگانا گوارا نہیں کیا تھا۔“ اس نے کہنا چاہا مگر وہ بات کٹ گیا۔

تمام رات لہند میں بیٹھے رہنے کے باعث صبحِ نریم
کا جسم شور کی طرح تپ رہا تھا وہ نیم بے ہوش سی تھی
جب نوکرائی نے اندر جا کر سب کو یہ خبر دی رقیہ بڑی
اماں اور دیگر افراد خانہ بھاگے بھاگے آئے نورؑ اسے

”نزدی صاحب آپ کیسے ہیں۔“ وہ اسے یہاں پا کر خوشگوار حیرت سے دوچار ہوا۔

نہیم آج ڈاکٹر زیدی سے بڑے اعتماد سے ملی تھی
طارق کا ساتھ اسے بہادر بنا گیا تھا واپسی پہ اس کی
کاڑی نہ پا کر وہ وقتی طور پر پریشان ہوئی۔ اس نے اندر
داخل ہو کر لائیٹ جلائی تو طارق سیدھا ہوا اس کی لبو
رنگ ہوتی آنکھیں دیکھ کر نہیم کو واقعی اس سے خوف
سامعوس ہوا۔

”دروازہ لاک کر کے میرے پاس آؤ۔“ اس کا لہجہ بے پناہ سرد تھا نیم جان مگنی کہ ضرور کوئی ایسی دسکی

ہیں۔ "دو پانچ کی ایسی نے ایک اکاوا سینہ پر مشرہ چہرے کی از حد بیدار ہے۔"

[illegible]

ملاکاتوں میں اور اس کے علاوہ اسی ملک میں
 شہرین اسباب اور وہ دیکھیں اس ملک میں
 یار سے میں اور اس ملک میں انہیں
 تھیں اور اس ملک میں انہیں
 تھی کہ اور اس ملک میں انہیں
 کو سہا ایسا اس ملک میں انہیں
 کے ملک میں انہیں
 ضرور ایسا ملک میں انہیں
 قرار دے گی اس ملک میں انہیں
 متاثر اور اس ملک میں انہیں

عقرا کے کہنے کے مطابق تھوڑی دیر بعد وہ واقعی ہوش میں آگئی اپنے ارد گرد سب چروں کو دیکھ کر اسے از حد شرمندگی ہوئی "سارہ مجھے میرے کمرے میں پہنچا دوسب کے سامنے لیٹنے سے مجھے عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔" اس نے منت کی کمزوری اس قدر بھی کہ سارہ نے کے بغیر اس سے ایک قدم تک نہیں اٹھایا جا رہا تھا رقیہ نے زبردستی اسے ڈبل روٹی کے دو پیسے کھائے رات تک سب کافی دیر اس کے پاس بیٹھے رہے ہلکی پھلکی باتیں کر کے اس کا دل بٹلایا جا رہا تھا رقیہ کے آنے پر اسے دواؤں کی تفصیل بتا کر سب نے اپنے اپنے کمروں کی راہ لی۔

چاہتا ہوں۔" وہ سختی سے اس کے بازو کو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولا تو نرم کے اندر صبر کی طاقت دم گئی۔

”میری جان تعلق ختم نہیں بنائے جاتے ہر
سیدھا اس کی روٹی روٹی آنکھوں میں جھانک
نریم کو بے پناہ ضبط سے کام لیتا پڑا ابھی پنجم دنوں
ہی وہ سنجیدگی سے اس کے بارے میں سوچنے لگا

کہ گزشتہ تلخ باتیں بھول کر اسے طارق کو بے بسی کے گرداب سے نکال لینا چاہیے وہ یقیناً اس کا احسان مند ہوگا اس کی ہر بات سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ نرم کو واقعی چاہنے لگا ہے اور اسے اس چاہت کی قدر کرنی چاہیے ڈیڈی اسی بھائی سب اس کی شادی کے بعد کتنے خوش اور آسودہ دکھائی دینے لگے تھے طارق سے اسے جو نفرت تھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی۔ وہ اتنا قابل نفرت بھی نہیں تھا اس کی مہربانی کہ وہ اسے جوں کا توں واپس چھوڑ گیا ہاں اس کا طریقہ ضرور غلط تھا اس کی سزا بھی تو بھگت رہا تھا ضمیر کی سزا سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں ہوتی مجھے آگے بڑھ کر اسے یہ مرثہ سنا دینا چاہیے کہ میں نے تمہاری انا کو ہارنے نہیں دیا ہے۔ مگر اس سے پہلے ہی نہ جانے یہ زیدی کہاں سے ٹپک رہا تھا جس نے طارق کو شک کی وادیوں میں لا کر لگا کر کیا تھا۔ یہ کہہ رہا تھا طارق تھا مجھے دیں میں خود دلا لی گئی ہوں اس نے ہاتھ آگے کیا۔

”نہ جانے کس لیے خود کو یوں پھانسیا کر رکھتی ہو کیا مجھ سے۔“ اس کا اگلا جملہ اور وار دونوں معنی خیز تھے نرم بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

”تم نے مجھے اتنا ڈس ہارٹ کیا کہ میں اس بیزدوم میں سو با بھی تمہاری تو ہن تصور کرتا تھا تمہاری طرف بڑھتے قدم یہ سوچ کر روک لیتا کہ یہ قدم بہت آگے ہیں میں تو تمہارے لیے خود کو بہت خالص بنا رہا تھا اتنا خالص کہ تمہارا ہاتھ تھامتے ہوئے مجھے شرمندگی نہ ہو مگر تم تو خود نرمی گند ہو غلاہٹ کی پوٹ ہو۔“ طارق کے جملے تھے کہ آگ اس کا رواں رواں جلنے لگا۔

”میں نہیں یہ جھوٹ ہے۔“ وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر چلائی اور ایک دم ہی طارق کے لبوں پر مکمل جرات سے اپنا ہاتھ رکھ دیا اس کی کانپتی ہتھیلی کی نرمی طارق کے لیے یقیناً نئی بات تھی کمرہ ہل بھری میں جذبات کے گرداب سے نکل آیا۔

”دیکھیں آپ بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں ڈاکٹر زیدی اچھا آدمی نہیں ہے کمزوروں سے فائدہ اٹھانا اس کے بائیں ہاتھ کا ٹھیل ہے اس نے مجھ سے بھی اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل چاہی تھی جواباً میں نے

انکار کیا تو وہ۔۔۔“

نرم نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے تھے۔

”آپ میرا یقین کریں میں۔“ اس نے طارق کا دایاں ہاتھ اپنے رخسار سے لگا لیا تھا۔

”یہ مکار لڑکی اس طرح مجھے راویر لانا چاہتی ہے کہاں تو اپنا ہاتھ پکڑنے نہیں دیتی تھی اور اب اس طرح۔“ طارق نے صحت اپنا ہاتھ الگ کیا۔

”خیر جھوٹ سچ کا پتہ میں خود ہی لگا لوں گا۔“ وہ لائٹ آف کر کے راز ہو گیا۔

♡ ♡ ♡ ♡

”اس ڈاکٹر نرم نے تو ہمیں سارے عیش و آرام ہی بھلا دیئے ہیں مزے سے گھر بیٹھ کر تنخواہ وصول کرتے تھے بہت ہوا تو مہینے میں ایک دوبار چکر لگا لیا اس میں بھی اپنا فائدہ تھا وہ ایسوں کا اسٹاک جو آتا تھا اسے الگ سے سچ کے پیسے کھڑے کرتے تھے نہ کوئی فکر نہ پریشانی مگر جب سے وہ آئی ہے قسم سے کھن چکر بنا کر رکھ دیا ہے جو جو آرام کو ترس گئے ہیں ہر وقت کام کراتی ہے یہ کروڑ کروڑوں مریضوں کو دیکھو فلاں کو اٹینڈ کرو۔“ اقبال امیرن صوفیہ اور ساجدہ چاروں نرم کے خلاف زہرا اکل رہے تھے اس کے خلاف بہت سے انتہائی جذبات ان کے ذہنوں میں پروش پانے لگے تھے جس پر عمل درآمد کرنے کا ان کا پکا ارادہ تھا ڈاکٹر زیدی نے بھی بہت سے غلط باتیں یہاں کے عملے کے ذہن میں بھادی تھیں۔

وہ آرام سے اپنے کارڈز ٹھیل چکا تھا نرم کے حوالے سے اسے بہت بڑا فائدہ حاصل ہونے کی توقع تھی اس کے ہاسپٹل میں بڑے نامور لوگ علاج کے لیے آتے تھے لیمل ایسٹ کے ایک ملک سے سرکاری وفد پاکستان کے دورے پر آیا تو ایک عرب شیخ کی طبیعت بگڑ گئی اسے علاج کے لیے زیدی کے پاس لایا گیا نرم بھی وہیں ہاؤس جاب کر رہی تھی عرب شیخ کو وہ اس قدر بھائی کہ وہ اس کے لیے اپنی دولت کا آدھا حصہ لٹانے پر تیار ہو گیا اس نے زیدی سے مدد مانگی زیدی نے نرم کو سارے خوابوں کے لالچ دیئے مگر وہ

اس کی پیش کش کو خاطر میں ہی نہیں لائی اگر وہ یمن جالی تو زیدی ملک کے چند متمول لوگوں میں سے ایک ہوتا اس وقت سے وہ نرم سے اور بھی زیادہ خار کھانے لگا تھا۔

”کل ڈاکٹر صاحبہ کا فون آیا تھا کہ وہ آج آجائیں گی جلدی کرو ایسا نہ ہو کہ ہمیں باتیں کرتے دیکھ کر بارہا دور بھی ہلی ہو جائے۔“ اقبال نے انہیں اٹھایا واقعی آدھے بجے بعد وہ آگئی خلاف معمول وہ کافی تھکی تھکی لگ رہی تھی گلابی رنگت میں زیدی سی کھل گئی تھی آنکھیں بھی اندر دھنسی ہوئی تھیں پھر سارا دن وہ تندی سے مریضوں کو دیکھتی رہی ساتھ والے گاؤں سے ایک امیر خنسی کیس آیا تھا کوئی عورت تھی جو شدید زخمی تھی مگر آگئی نرم اب دوسری صبح کے چار بجے فارغ ہوئی تھی حکم سے برا حال ہو رہا تھا مگر کامیاب آپریشن کی بڑی خوشی تھی یہ ایک احساس تھا کہ وہ اسٹاف روم میں ٹھیل پہ ہی سر رہ گئی۔ کھر فون کرنا اسے یاد ہی نہیں رہا طارق بارہ بجے آکر پتہ کر گیا تھا اسے معلوم ہو گیا کہ وہ اندر آپریشن تھیں نہیں ہے پھر بھی اسے بہت غصہ آیا کسی طرح چھین ہی نہیں آ رہا تھا وہ دوبار اس وقت گیا جب وہ حکم سے بے حال ہوئی ٹھیل پر سو رہی تھی ڈاکٹر عفرہ بھی اپنے کمرے میں جا چکی تھی البتہ نرمیں وہاں تھیں اس وقت وہ کسی سے بھی خوش اخلاقی بکھارنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

”نرم اٹھو۔“ اس نے آہستگی سے اس کا شانہ ہلایا تو وہ ہڑپا گئی۔

”مجھے نیند آرہی ہے۔“ وہ دوبارہ مدھوشی میں ڈوب گئی۔

”میں کتا ہوں اٹھو۔“ وہ اب سختی سے بولا تو جھٹ اس کی آنکھیں کھل گئیں طارق کے حلیے سے لگ رہا تھا کہ وہ نیند کی قربانی دے کر آیا ہے۔ وہ باہر نکل کے سیکھاسی گئی سردی زوروں پر بھی مہینے کی آخری تاریخوں کا چاند کہیں کہیں سے چھانک کر اندھیرے کا سینہ چاک کرنے کی ناکام کوششیں کر رہا تھا اس کی ساری نیند بھاگ گئی اس نے شکر کیا جب گرم گرم

کمرے میں بیٹھ کے آگے بیٹھی۔

”جب آپریشن ختم ہوا تو تم نے مجھے فون کیوں نہیں کیا کیا وہاں سونے کو زیادہ دل چاہ رہا تھا۔“ وہ آتھی شروع ہو گیا۔

”۴ صبح میں حکم بہت زیادہ تھی۔“ اس نے صفائی دینے کی اپنی سی کوشش کی۔

”بہت خوب اور ادھر میں جو رات بھر سے جاگ رہا ہوں بارہ بجے بھی پتہ نہ کرے کیا تھا۔“ اس نے بے تسے لہجے میں بتایا تو وہ اس کے لہجے ابجھتی اسے دیکھنے لگی یعنی وہ اس قدر اہم ہے کہ طارق جیسا شک کی آگ میں جلتا مرد رات بھر سے جاگ رہا ہے اور اتنی سخت سردی میں جب بستر چھوڑنے کو ہی جی نہیں چاہتا وہ دوبار اس کا پتہ نہ کرے کیا ہے اس کے اندر کوئی نرم سا پھول کھلا مگر پھر فوراً ہی مرنے لگا بھی گیا کہ اس کی ذات شک سے بالاتر نہیں ہے جیسی تو وہ دوبارہ گیا۔

♡ ♡ ♡ ♡

طارق شہر آیا ہوا تھا وہیں لہجی میں اس نے ایک دوست ٹکرا گیا ایس پی رحیم مرزا اس کا کلاس فیلو وہ چکا تھا برا ایماندار اور ذہین آفیسر تھا وہ زبردستی اسے گھر لے آیا۔

”۴۰ ور سٹاؤ کیسی گزر رہی ہے۔“ طارق نے ایزی ہو کر پوچھا۔

”نہ پوچھو یا کیسی گزر رہی ہے اس زیدی والے معاملے نے مجھے چکرا کر رکھ دیا ہے۔“ وہ سر پر ہاتھ مار کر پریشانی سے بولا طارق کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ زیدی والا معاملہ کیا ہے بھی تو اس نے جھٹ اگلا سوال کیا۔ رحیم کا جواب خیرت زدہ کرنے والا تھا کم از کم اسے۔

”یار کی ڈاکٹر زیدی جس کی قابلیت کی دھوم مچی ہے بین الاقوامی اخبارات و جرائد جسے بڑی کوریج دے رہے ہیں اس ہاسپٹل اور نیک ٹائی کی آڑ میں اس نے مجبور و بے بس لڑکیوں کی خصوصیتیں لوٹ کر بڑی دولت بنائی اور نام پیدا کیا ہے کئی ایماندار صحافی اس وقت زیدی کے پیچھے ہیں ہمیں بھی اوپر سے آرڈر ملا ہے میری اسسٹنٹ امیرن نرم کے روپ میں

کہ اچھی اور سچی شاعری انسان کو ذہن کی طرف زیادہ راغب کرتی ہے۔ ہمارے شاہ سلطان باہو اور غلام فرید کی کافیاں سن کر لوگ کیسے وجد میں آجاتے ہیں اس کے برعکس گھٹیا شاعری اور گھٹیا میوزک انسان کو برے برے کاموں پر اکساتا ہے۔

خاور کی باتیں سب کے دل میں اتر گئیں نرم نے اس کی طرف دیکھا گویا یہ سب اس کے دل کی گواہ تھی اس نے مزید اضافہ کیا۔

”معلوم ہے نصرت حق علی خاں کو سن کر بہت سے غیر مسلم مسلمان ہو گئے تھے یقیناً ان کی شاعری اور میوزک میں کوئی طاقت تھی جس نے ان گمراہ لوگوں کو روشنی میں لاکھڑا کیا بس یہ دل کے اندر سے اٹھتا ہوا کوئی جذبہ ہوتا ہے جو ان واحد میں سارے اعصاب کو جکڑ کر اس سے خدائے واحد کا اقرار کروا کر دم لیتا ہے۔“

طارق یک تک اسے دیکھے جا رہا تھا سچائی اور نیکی کے حسن سے اس کا چہرہ کچھ اور بھی حسین لگ رہا تھا واقعی یہ لڑکی چاہے جانے کے قابل تھی سب خاموشی اور اپنے خیالوں میں غلطی تھے یا ورنہ خاموشی کو توڑا۔

”کوئی بات کرو سب کو سناپ سو گئے کیا ہے۔“ اس نے خوشگوار ماحول پیدا کرنا چاہا۔

”میں تو جا رہی ہوں سو نے رات بہت ہو گئی ہے۔“ نرم انھیں کھڑی ہوئی اس کے بعد طارق بھی سب کو شب بخیر کہتا آگیا وہ سارے بھی اٹھ گئے۔ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد نرم نے ہیرہند کر دیا طارق فکور کشن پہ بیٹھا اس کے فاصلے ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

”نہیں یہاں سو سکتا ہوں۔“ وہ اسے جائے نماز سے کرتے دیکھ کر بولا۔

”آپ کا کمرہ ہے جہاں مرضی سوئیں۔“ وہ اسے طارق کا نیا وار بھی بھی تو رساں سے بولی۔

”مرضی مرضی“ مرضی اچھا مذاق ہے با اختیار ہوتے ہوئے بھی ہے بس ہوں اس کے برعکس ایک بے بس لڑکی جس کے پاس کوئی طاقت نہیں ہے با

اختیار ہے ایسا کیوں ہے وہ با اختیار شخص اختیار رکھتے ہوئے بھی کیوں بے اختیار ہے اور وہ لڑکی کیوں اتنی طاقتور ہے جبکہ اس کے پاس ظاہراً کوئی اختیار نہیں ہے تم بتاؤ ناں ایسا کیوں ہے؟“ وہ اس کے نازک سر پرے کو نگاہوں میں قید کرتے ہوئے بولا۔

”بھلا مجھے کیا ہے؟“ وہ واقعی لاعلم تھی۔

”میں بتاؤں وہ کنوڑ بے بس اور بے اختیار لڑکی تم ہو صرف تم اور میں با اختیار مرد ہوتے ہوئے بھی بے اختیار ہوں۔“

”بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے ایک با اختیار شخص بے اختیار ہو جائے۔“

”بالکل ایسے ہی جیسے اس وقت ہو رہا ہے تم میرے سامنے بیٹھ کر ہونٹوں کو دانتوں سے کچل رہی ہو اور میں تمہیں روک بھی نہیں سکتا اب بتاؤ میں با اختیار ہوتے ہوئے بھی بے اختیار ہوں کہ نہیں۔“

”تو ایسا کیوں ہے آپ با اختیار ہو کر بے بس کیوں ہیں۔“ وہ بے ساختہ کہہ گئی مگر پھر پچھتائی بھی۔

تمہارے معاملے میں خود میرا دل میرے مقابل میں ڈٹ گیا ہے

”کچھ ضروری کام کرنے ہیں اس کے بعد مجھے بالادستی ہوگی۔“ وہ پھر الجھ الجھ گئی نہ جانے ان باتوں کا کیا مطلب تھا کیا کہنا چاہتا تھا۔

”ذرا اپنا دھنڈہ تو دنا میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے“ طارق نے اس کے شانے سے دوپٹے کو کھینچا تو وہ اس کی منافقت پر دل ہی دل میں راکھ ہو گئی۔

”با اختیار ہوتے ہوئے بھی بے اختیار شخص۔“

”سر میں درد ہو رہا ہے تو سر درد کی گولی لیں لاپٹے سے بھی بھی درد ختم ہوا ہے۔“

”میرا ہو جاتا ہے لاپٹے والی نہ سہی اس کا دھنڈہ ہی سہی۔“ وہ اناڑی پن سے دوپٹہ پھڑی کے اسٹائل میں سر کے ارد گرد لپیٹتے ہوئے شرارت سے بولا تو وہ نے لاپٹے کے متوقع حشر پہ فاتحہ پڑھ کر رہ گئی۔

”نرم یہاں جلدی کر دیر ہو رہی ہے۔“ وہ چوتھی بار

کمرے میں جھانک کر گیا تھا صبح سے اسے تیار ہونے کا آرڈر ملا ہوا تھا نہ جانے وہ اسے کہاں لے جانا چاہتا تھا اور پھر پار کا طرز تھا طلب بھی معنی خیز تھا۔

”ذرا اٹھو میں امی کو بتاؤں۔“ وہ کھسے پاؤں میں ڈالتی رقیہ بیگم کے کمرے کی طرف جانے والی تھی کہ طارق نے اس کا بازو تھام لیا۔

”رہنے دو امی یہاں نہیں ہیں۔“ پھر وہ اسے سوال جواب کی فرست دینے بغیر گاڑی تک لے آیا۔ ایک نو تعمیر شدہ بلڈنگ کے آگے بہت سی گاڑیاں کھڑی تھیں اور ان میں اس کے جانے پہچانے چہرے تھے مایا ابو چھوٹے تپا، پتیا جان، بڑی امی، امی، نانی، چچی، سارہ، عمار، ثناء، خاور، یاد، اور عرفا بلڈنگ پہ کئی سنہری تختی تھی۔ ”نرم ہسپتال“ لکھا دیکھ کر اسے سب کی یہاں موجودگی سمجھ آگئی؟ نہ جانے کیا تھا یہ شخص زخمی لگا کر بعد میں بچا ہے رکھتا تھا وہ رونا شروع ہو گئی بڑی اماں نے رن کانٹے کے لیے قینچی اس کے ہاتھ میں تھما لی تو اس نے سوں سوں کرتے ہوئے قینچا کاٹنا سب کے ساتھ اس نے بھی گھوم پھر کے ہسپتال کا جائزہ لیا جدید ترین سہولیات سے آراستہ یہ ہسپتال اسے خوابوں کی تعبیر لگا۔

”بڑی امی مجھے کسی نے کچھ نہیں بتایا۔“ گھر آتے ہی وہ شروع ہو گئی ”بیٹا وہ اپنے بد صورت رویے کا ازالہ کر رہا تھا جو اس سے تمہارے اغوا سے سرزد ہوا تھا اس نے مجھے سب سے پہلے بتایا کہ اس نے انتقام میں اندھے ہو کر ایک لڑکی کی زندگی خراب کر دی ہے سب تمہیں اس بدنامی کے اندھے کنوئیں سے نکالنا چاہتے تھے جس میں طارق نے تمہیں پھینکا تھا ہم نے بڑے غر سے تمہیں اپنی عزت بتایا ہے اس پر ہمیں کوئی ندامت نہیں ہے اور ہاں طارق کے کیسے کی معافی ہم اس کی طرف سے تمہارے گھر والوں سے پہلے ہی مانگ چکے ہیں مگر طارق کو اس کی خبر نہیں ہے۔“

”بڑی اماں۔“ وہ روتے ہوئے ان کے گلے لگ گئی۔

”آپ کتنی اچھی ہیں بلکہ آپ سب اچھے ہیں۔“

”آپ بس کرو میری بیٹی نرم ہم سب نے اچھی ہے ہو سکے تو طارق کو معاف کر دیتا۔“ رقیہ نے اس کے آنسو صاف کیے۔

طارق شکار پر جا رہا تھا۔

اسے اپنی روائی کی اطلاع دینے جب وہ کیا تو نرم نے ٹیبل پر رکھا ایک خبر دیکھنے کو اٹھایا وہ ناراضگی سے گویا ہوا۔

”اسے بیس رکھ دیں۔“

”کیوں اس میں کون سے ہیرے جڑے ہوئے ہیں اور اس میں غصہ کرنے کی کیا بات ہے ایک خنجر ہی تو اٹھایا ہے۔“

”اس سے بہتر تھا اٹھا کر سینے میں اتار دیتیں۔“ وہ قینچی سے بولا اور رولو الور کی ٹال صاف کرنے لگا۔

”اور پھر خود ہی علاج کرتی کیونکہ مفت کا ڈاکٹر آپ کو میسر ہے۔“ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پہ چمکی۔

”وہ بے بہرہ نہیں ہے کہ مجھے بھی شکار پہ ساتھ لے جائیں اگر آپ زخمی و زخمی ہو گئے تو ٹریٹ منٹ دل

دنیا بھر سے منتخب دلچسپ کہانیاں

پیش کرتا ہے

دیکھیں تحریریں کا مجموعہ

نکھے ذہنوں کا سامان

ہر ماہ کے ۱۵ صفحات ہوتے

عمران ڈائجسٹ

انڈوسبازار • کراچی

گی۔" وہ کہیں مذاق تو نہیں کر رہی تھی طارق نے
نگاہیں اٹھا کر جائزہ لیا ہنسی کو ضبط کرنے کی کوشش میں
اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔
"کیوں کیا اور ڈاکٹر مر گئے ہیں۔"

"مر تو نہیں گئے ہیں مگر میرے جیسا علاج ہر کوئی
نہیں کر سکتا۔" طارق نے ٹیبل پہ پڑے اسلحے کو دیکھا
اور پھر اسے جوان ہنسل و خنجر سے زیادہ طاقتور تھی
یقیناً وہ اسے تنگ کر رہی تھی زیدی والے معاملے
سے بھی وہ آگاہ ہو چکی تھی۔

"ڈاکٹر صاحبہ ہم آپ کی بہادری کے معترف ہیں
مگر بات تو اندر آ کر کریں۔" نرم کی بے خبری سے
فائدہ اٹھا کر طارق نے اسے دروازے سے اندر کھینچ
لیا۔

"چھوڑیں مجھے بڑی اماں میرا انتظار کر رہی ہوں گی
پھر آپ کو شکار پر بھی تو جانا ہے۔"
"بھاڑ میں گیا شکار مجھے آج بڑا غصہ آ رہا تھا اس
لیے شکار پر جانے کا پروگرام بنالیا مگر اب کینسل کر دیا
ہے اس لیے کس۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ
دی۔

"نکس لیے۔" نرم نے بے تابی سے پوچھا کیونکہ
طارق فی الحال شرافت کے جانے میں ہی تھا۔

"اس لیے کہ میرے سامنے ایک پیاری سی ہرنی
کھڑی ہے سوچا آج اسی کا شکار کر ڈالیں۔"
"جی نہیں۔" وہ واقعی خوفزدہ ہرنی کی مانند ہو گئی۔

"جی ہاں، اعتراض کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا آج
میں باختیار بھی ہوں اور مضبوط بھی آنٹی آنکل کو میں
نے ایک ایک بات بتا دی ہے انہوں نے مجھے معاف
کر دیا ہے تم بھی کر ڈالو۔" نرم نے اسے دھکا دیا تو وہ
اپنی جھونک میں سیدھا ٹیبل پہ گرا گرنے سے بچنے
کے لیے اس نے ٹیبل کو تھامنا چاہا تو چمکدار خنجر ہاتھ
میں آگیا پل بھر میں اس کا ہاتھ سرخ سرخ خون سے بھر
گیا اچھا خاصا گہرا گھاؤ لگا تھا اسے۔

"یہ تو نے کیا کر دیا ہے نرم؟" اس نے خود کو ملامت
کی اور طارق کا زخمی ہاتھ تھاما۔

"مخمس کمرے میں چلیں فرسٹ ایڈ بکس دیں

ہے۔" وہ بے پناہ شرمندہ تھی۔
"جی شکریہ میں خود ہی کچھ بندوبست کر لوں گا۔"
اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا۔
"پلیز طارق۔" نرم کی آنکھوں میں حسین التجا
تھی۔

"میں بیس فرسٹ ایڈ بکس لے آتی ہوں۔"
"میں نے کہا ناں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ
جیب سے رومال نکال کر زخم پر باندھ چکا تھا۔
"پلیز طارق زخم بکڑ جائے گا۔" وہ اس کے بے حد
قریب آگئی طارق نے اسی زخمی ہاتھ سے اسے مزید
قریب کیا اور بولا۔

"اب سارے زخم بھر گئے ہیں۔"
"طارق بے احتیاطی مت کریں۔"
اس پہ کوئی اثر نہیں ہوا۔

"ایک تو تم رومینٹک بھی نہیں ہونے دیتیں سوچ
رہا ہوں تم سے کیا کہوں مگر مجبوری بھی ہے رومینٹک
گانے سننے پہ تم نے پابندی لگا دی ہے اب کیسے
رومینٹک جھانڈوں گا تم سے۔" اس کی پریشانی قابل دید
تھی نرم کو ہنسی آگئی۔

"ٹھیک ہے میں جاری ہوں کسی ڈاکٹر سے بینڈج
کروا دیجئے گا۔"

"ڈاکٹروں کو مار دگولی میں نے تو تم سے ہی علاج
کروانا ہے بے شک جتنا مرضی زخمی کر لو مگر علاج اپنے
پیارے پیارے ہاتھوں سے کرنا۔"

طارق نے جانی نرم کا آپٹل پکڑا، آپٹل کے ساتھ
وہ خود بھی آگئی دونوں سرے جو طارق کے ہاتھ آگئے
تھے جو خونی طارق کا دھیان ہٹا دیا کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے میں ابھی بینڈج کروا کر آتا ہوں اور پھر
اسی زخمی ہاتھ سمیت تم سے بہت سارے اعترافات
کروں اور کرواؤں گا۔" طارق نے اسے دھمکی دی
اس کے پیچھے پیچھے وہ بھی اندر آگیا یہاں وہ بڑی اماں
کے پاس فرسٹ ایڈ یا کس رکھے سوچ رہی تھی۔

"مجھے اب تم سے نفرت نہیں بلکہ محبت کرنی پڑے
گی کیونکہ تم نے مجھے پھر سے اٹھا کر کھڑا کیا ہے۔"

